آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ۔ لو تمھیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۹ — بابت ماہ نومبر ۱۹۱۰ء — نمبر ۱۱

سالانہ طلبا سے ایک روپیہ — عام قیمت عہ

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ نومبر ۱۹۱۰ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

نوٹ:- خریداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور لکھا کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

اسلام کی اشاعت برّ اعظم افریقہ میں ۲

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو گذشتہ نمبر

چونکہ اس بات کا اقرار کہ افریقہ میں مسیحی مذہب اسلام کے ہاتھ سے شکست کھاتا جاتا ہے مسیحی مذہب کے لیئے ایک قابل شرم بات تھی اس لیئے مشنری کانفرنسوں میں جہاں تقریر کرنیوالوں نے مسیحی مذہب کے مقابل میں اسلام کی کامیابی کا اعتراف کیا ہے وہاں اپنے مذہب پر سے بدنامی کا داغ دھونے کیلیئے طرح طرح کے اسباب بھی بیان کیئے ہیں جن کی وجہ سے اسلام کو فتح اور مسیحی مذہب کو شکست ہو رہی ہے۔ افریقہ میں اسلام کی کامیابی کی ایک وجہ جو ایک مشنری نے بیان کی یہ ہے کہ اسلام کی اشاعت کے لیئے باقاعدہ سوسائیٹیاں موجود ہیں جو مشنری بھیجکر افریقہ میں مذہب اسلام کو پھیلاتی ہیں۔ مگر ڈاکٹر کرل کُم اس امر کا انکار کرتا ہے۔ میں اس کے بیان کو پہلے نقل کرچکا ہوں وہ لکھتا ہے کہ ”اگرچہ کوئی ایسی اسلامی مشنری سوسائٹی قائم نہیں جس نے باقاعدہ طور پر افریقہ میں اسلام کی اشاعت کا کام اپنے ذمہ لیا ہوا ہو مگر پھر بھی مسلمان تاجر اور واعظ سودان کے جنوبی حصوں تک پہنچ رہے ہیں“۔ لیکن اگر ہم مان بھی لیں کہ کوئی ایسی اسلامی سوسائٹی ہے جو افریقہ میں اپنے واعظ اشاعت اسلام کے لیئے بھیجتی ہے تو پادری

صاحبان کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر کوئی سوسائٹی موجود بھی ہے تو اُس کی بے شمار مالدار مسیحی سوسائٹیوں کے مقابل میں کوئی حقیقت نہیں۔ جو رات دن مسیحی مذہب کی اشاعت میں مصروف ہیں۔

پھر پادری صاحبان بار بار ہمیں یہ سناتے ہیں کہ افریقہ میں اسلام مسلمان تاجروں کے ذریعہ پھیل رہا ہے۔ مگر کیا ایسا کہنے سے مسیحی مذہب کی بریّت ہو جاتی ہے۔ اور بدنامی کا داغ اُس کے چہرے سے مٹ جاتا ہے۔ کیا مسلمان تاجروں اور سیاحوں کی نسبت مسیحی تاجر اور سیاح تعداد میں کئی درجے زیادہ نہیں؟۔ پھر اگر مسلمان تاجر غیر ممالک میں جاکر اسلام کو پھیلاتے ہیں تو مسیحی تاجر اور مسیحی سیاح کیوں اپنے مذہب کو نہیں پھیلاتے؟ دنیا کے کُل حصّوں میں اس قدر عیسائی لوگ پھیلے ہوئے ہیں کہ کہ اگر وہ مسلمان تاجروں اور سیاحوں کی طرح غیر قوموں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کا کام اپنے ذمہ لیں تو وہ اُن تنخواہ دار پادریوں کی نسبت جو بائیبل کو بغل میں دبائے ہوئے گاؤں گاؤں میں پھرتے ہیں بہت زیادہ کام کر سکتے ہیں۔ اگر وہ بے شمار عیسائی جو غیر ممالک میں تجارت یا دیگر اغراض کے لیئے جاتے ہیں مسلمان تاجروں اور سیاحوں کے نمونہ پر چلیں تو پھر تنخواہ دار پادریوں کی ضرورت ہی نہیں رہے گی مگر غور طلب سوال یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ جب مسلمان تاجر غیر ممالک میں جاتے ہیں تو وہ اُن ممالک میں اسلام کا اثر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور غیر قوموں میں اپنے مذہب کی اشاعت کرنے میں مصروف رہتے ہیں مگر مسیحی تاجر اور مسیحی سیاح وغیرہم غیر ممالک میں جاکر اپنے مذہب کا وعظ نہیں کرتے۔ اس کی وجہ صاف ہے۔ مسلمانوں کو اپنے مذہب کی سچائی کا یقین ہے حالانکہ اکثر مسیحی صاحبان کو خود اپنے مذہب کی سچائی پر کوئی ایمان نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب اوّل الذکر غیر ممالک میں جاتے ہیں تو اپنے مذہب کی روشنائی اپنے ساتھ لیجاتے ہیں اور غیر ملکوں کے لوگوں کو اسلام کے نور سے منور کرتے ہیں مگر عیسائی تاجر تو خود اس بضاعت سے تہیدست ہیں۔ وہ غیروں کو کیا دیں یہ صرف تنخواہ دار پادریوں ہی کا کام ہے کہ وہ بطور ڈیوٹی کے لوگوں کے آگے

صلیب اٹھائے پھرتے ہیں۔ یہ صرف تنخواہ دار پادری کی کوشش ہی ہے جو مسیحی مذہب کے لئے سہارے کا کام کر رہی ہے اور پادری کو بجائے خود اپنی تنخواہ کا سہارا ہی۔ اگر تنخواہ نہ ہوتی تو غیر ممالک میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے والے مسیحی بہت کم نظر آتے اور اگر یہ پادریوں کی جماعت نہ ہوتی تو مسیحی مذہب کا حال ناگفتہ بہ ہوتا۔ غرض یہ امر کہ مسلمان تاجر اور سیاح جہاں جاتے ہیں اسلام کی تبلیغ میں واعظانِ اسلام کا کام کرتے ہیں مگر مسیحی تاجر اور سیاح وغیرہم اپنے مذہب کے متعلق ایسا نہیں کرتے یہ امر خود اسلام کی خوبی اور مسیحی مذہب کے بوداپن پر دلالت کرتا ہے اور اس امر کو پیش کرتے وقت پادری صاحبان کو بجائے خوش ہونیکے شرمندہ ہونا چاہیئے۔

مسیحی تاجر وغیرہ بجائے اسکے کہ مسلمان تاجروں اور سیاحوں کی طرح اپنے مذہب کو کچھ فائدہ پہنچائیں اُلٹا نقصان پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ سٹوڈنٹس کانونشن کے اجلاس میں برطانیہ کے سفیر مسٹر جیمز برائیس نے بیان کیا کہ "بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ ایسے لوگوں نے جو مسیحی کہلاتے ہیں غیر قوموں کو لوٹا ہے۔ دھوکہ دیکر اُن کی زمینیں اُن سے لے لی ہیں۔ اُن کی کانوں کو خالی کر دیا ہے اُن سے بلا اُجرت محنت کا کام لیا ہے۔ شراب کے ذریعہ اُن کو تباہ کیا ہے اُن سے سختی۔ حقارت اور بعض اوقات سفاکی کے ساتھ برتاؤ کیا ہے۔ ایسے لٹیرے نئے ممالک میں بہت کثرت سے پائے جاتے ہیں اور جو کچھ مسیحی مذہب اصولی طور پر تعلیم دیتا ہے اُنکے چال چلن اسکے برخلاف ہیں اور عیسائیت کے اثر کو زائل کرنے والے ہیں"۔

مسیحی مذہب کا خود اپنے ملک میں لوگوں کی زندگیوں پر کیسا اثر ہے اسکا ذکر کرتے ہوئے سفیر مذکور نے بیان کیا کہ "اس نقصان کے علاوہ جو مسیحی اقوام کے لوگ بیرونی ممالک میں مسیحی مذہب کو پہنچا رہے ہیں سب سے بڑی رکاوٹ جو غیر ممالک میں انجیل کی اشاعت کو روک رہی ہے وہ خود مسیحی ملکوں میں انجیل کا کمزور اثر ہے"۔

افریقہ میں اس سرعت سے اسلام کے پھیلنے کی ایک اور وجہ جو مسیحی تقریر کرنے والوں نے بیان کی وہ یہ ہے کہ "اسلام کثرت ازدواج کی اجازت دیتا ہے اور گناہ

کرنے کے لیئے لوگوں کو دلیر کرتا ہے"۔ افسوس ہے کہ مسیحی مشنری عام جلسوں میں ایسے خلاف واقعہ امور کے بیان کرنے میں ایسے دلیر ہوں۔ میں اُن سے پوچھتا ہوں کہ کیا افریقہ کے باشندے بغیر اسلام قبول کرنے کے ایک سے زیادہ بیویاں نہیں رکھ سکتے اور وہ کونسی چیز ہے جو اُن کو گناہوں کے ارتکاب کے لیئے اسلام میں داخل ہونے پر مجبور کرتی ہے۔ کیا وہ اسلام سے باہر رہ کر ہر طرح کے معاصی کا ارتکاب نہیں کر سکتے؟ پھر اگر اسلام میں داخل ہونیکے لیئے جو امر اُنکے لیئے محرک ہوتا ہے وہ کثرت ازدواج ہی ہے تو مسیحی صاحبان خود کثرت ازدواج کی اجازت دیکر تجربہ کر لیں۔ اور ایسا تجربہ کرنے میں اُنکا کچھ حرج نہیں۔ مسیح نے کہیں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی ممانعت نہیں کی۔ اور از روئے عہد نامہ عتیق کثرت ازدواج نہ صرف جائز بلکہ انبیاء علیہم السلام کی سُنّت ہے اگر یورپ اور امریکہ کے مسیحی اپنے تئیں حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام کی نسبت زیادہ ترقی یافتہ خیال کرتے ہیں اور اس لیئے جو بات ان انبیاء علیہم السلام کے لیئے نہ صرف جائز تھی بلکہ جسپر انہوں نے خود عمل کیا اُس کو یورپ اور امریکہ کے مسیحی ترقی یافتہ ہونے کے سبب اپنی ذات کے لیئے حرام خیال کرتے ہیں۔ تو کم از کم افریقہ کے حبشی عہد عتیق کے انبیاءؑ سے زیادہ مہذب نہیں اور جو بات حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے عظیم الشان انسان کے لیئے جائز تھی اُس کو اگر مسیحی صاحبان اپنے افریقہ کے چیلوں کے لیئے جائز ٹھہرا دیں تو اُس میں اُنکا کچھ بھی حرج نہیں بلکہ سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے کیونکہ اُنکے قول کے بموجب ایسی جائز اجازت کے بعد وہ جوق در جوق مسیحی مذہب میں داخل ہونا شروع کر دینگے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسلام بدکاری کو ترقی دیتا ہے اور اس لالچ سے افریقہ کے لوگ آسانی سے اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ اسکے جواب میں مَیں کہتا ہوں کہ حضرت مسیحؑ کے قول کے بموجب درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اور اس امر کے دیکھنے کے لیئے کہ اسلام اور مسیحی مذہب دونوں میں سے کونسا مذہب بدکاری پر لوگوں کو دلیر کرتا ہے ہمیں صرف اتنی ہی ضرورت ہے کہ اسلامی ملکوں اور مسیحی ملکوں کی عملی حالت پر ایک نظر دوڑائیں۔ کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ مسیحی ممالک میں

فسق و فجور ایک دریا کی طرح موجزن ہے حالانکہ اسلامی ممالک کی حالت مسیحی ممالک کی نسبت بدرجہا بہتر ہے۔ اور صرف اسی پر بس نہیں مسیحی ممالک صرف خود ہی بدکاری کے مرکز نہیں بلکہ انہوں نے اپنا بد اثر ایک خطرناک متعدی بیماری کی طرح غیر ممالک میں بھی پہنچا دیا ہے۔ مثال کے طور پر مَیں افریقہ کو پیش کرتا ہوں جس کے باشندوں کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مسیحی مذہب پر اسلام کو اس لیئے ترجیح دیتے ہیں کہ اسلام بدکاری کو ترقی دیتا ہے۔ ذیل میں مَیں افریقہ کے ایک دیسی مگر تعلیم یافتہ رئیس کی شہادت پیش کرتا ہوں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یوُرپ کی مہذب قوموں نے کس قسم کی تہذیب براعظم افریقہ میں داخل کی ہے۔ علاقہ سیرالیون کے راجہ مبیو مولو ساتوی نے جو انگریزوں کے ماتحت ہے ۱۹۰۵ء میں رسالہ سینچری میگزین میں ایک مضمون بھیجا جس میں وہ اُن بدکرداریوں کا ذکر کرتا ہے جو مسیحی یوُرپ کے ذریعہ افریقہ میں پہنچی ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ اُن دیسی باشندوں میں جو وسط ملک میں رہتے ہیں اور اُن میں جو ساحل کے قریب رہنے کی وجہ سے یوُرپ کے مسیحیوں کے زیر اثر ہیں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جہاں جہاں مسیحی لوگ گئے ہیں وہاں شراب خواری اور زناکاری کی مُہلک بدیوں کا بہت رواج ہوگیا ہے۔ کثرت ازدواج اگرچہ یوُرپ کے قانون اور اخلاقی تعلیم کے رو سے جائز نہیں مگر جس کثرت سے افریقہ کے دیسی باشندے اسپر عمل کرتے ہیں اُسی کثرت سے یوُرپ کے مسیحی صاحبان اُسپر کاربند ہیں۔ اس ملک میں یہ نظارہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ ایک ایک یوروپین تاجر کے پاس دو سے لیکر پانچ تک بلکہ اس سے بھی زیادہ بیویاں ہوتی ہیں۔ ایک اور بد رسم جو یوُرپ کے لوگوں نے ساحل پر جاری کر رکھی ہے وہ یہ ہے کہ ایک کاکپتان کی بیویاں اُس کے تمام دوستوں کے لیئے بھی جو اُس کی ملاقات کے لیئے آتے ہیں بیویوں کا ہی کام دیتی ہیں۔ جب ان عورتوں کا مالک جو برائے نام اُن کا خاوند کہلاتا ہے واپس یوُرپ کو چلا جاتا ہے تو اُن کا کوئی خبرگیران نہیں رہتا اور وہ جہاں جاتی ہیں اپنا بُرا سبق دیس میں پھیلاتی ہیں۔ مَیں نے یہ خود حساب کرکے معلوم کیا ہے کہ میری ریاست میں جسقدر اسباب باہر سے آتا ہے اُس میں سے نصف

حصہ شراب ہوتا ہے اور شراب بھی نہایت ہی خراب قسم کا۔ دیسیوں کے دل میں یہ خیال بیٹھا ہوا ہے کہ ہر ایک چیز جو یورپ سے آتی ہے اور جس کو گورے لوگ استعمال کرتے ہیں۔ وہ ضرور اچھی ہی ہوتی ہے اور تہذیب کا ایک نشان ہوتی ہے۔ اس لیئے یہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ ایسے آدمی جن کے پاس کافی شراب خریدنے کے لیئے روپیہ نہیں ہوتا وہ اپنے سر اور موچھوں پر عطر کی طرح شراب کا ایک قطرہ مل دیتے ہیں تاکہ لوگ شراب کی بُو سونگھ کر انکو مہذب آدمیوں میں شمار کریں۔ یہ زہر نہایت تیزی سے اپنا کام کر رہی ہے اور چند ہی دنوں میں یہ اسقدر زور پر ہو جائے گی کہ اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ لیکن ہمارا خون اہل یورپ کے سر پر ہوگا اور چلا چلا کر آسمان سے اپنا بدلہ مانگے گا۔"

رئیس موصوف کے مندرجہ بالا بیان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر افریقہ کے باشندے ایسے مذہب کو پسند کرتے ہیں جس کے پیرو زیادہ بدکار ہیں تو انہیں مسیحی مذہب کو دوسرے مذاہب پر ترجیح دینی چاہیئے۔

آؤ اب ہم افریقہ سے رخصت ہو کر دنیا کے ایک اور حصے کی طرف سفر کریں اور دیکھیں کہ مسیحی مشنریوں اور مسیحی تاجروں نے دنیا کے اُس حصہ کو کس قدر نفع پہنچایا ہے۔ اب میں ایک بڑے جلیل القدر انگریز یعنی مسٹر جے اے فرُوڈ کی شہادت کو پیش کروں گا۔ وہ اپنی مشہور تصنیف اوشی آنا میں جزیرہ نیوزیلینڈ کی بہادر قوم یعنی قوم مے آری کی تباہی پر مندرجہ ذیل الفاظ میں ماتم کرتا ہے:۔

"شراب نے ان لوگوں کو جسمانی طور پر بھی تباہ کر دیا ہے اور اخلاقی طور پر بھی اُن کا ستیاناس کر دیا ہے۔ وہ اس زہر سے محبت کرتے ہیں اور شکر گذاری کے ساتھ پادریوں کو یاد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ 'پادری اچھے لوگ ہیں۔ کیونکہ وہ تین اعلیٰ درجہ کی چیزیں اپنے ہمراہ لائے ہیں۔ اوّل بارود۔ دوم شراب۔ سوم تمباکو۔'" (صفحہ ۲۲۳)

مسٹر فرُوڈ صاحب ایک دلچسپ حکایت بیان کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پادری صاحبان غیر ممالک میں جا کر کس قسم کا نمونہ لوگوں کے آگے پیش کرتے ہیں

اور اُن کا اپنا عمل اُنکی تعلیم سے کہاں تک مطابق ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ " ایک پادری اور قوم ماری کا ایک رئیس باہم گہرے دوست تھے۔ اُس رئیس کا نام میرے خیال میں ٹکوئی تھا۔ اس میں کئی خوبیاں تھیں۔ وہ بہادر تھا۔ وہ وفادار تھا وہ دیانت دار تھا مگر شراب پینے کا سخت عادی تھا۔ کئی دفعہ پادری نے ملاقات کے وقت اُس کو شراب کے نشہ سے بدمست پایا۔ اور آخر کار اسکو بطور نصیحت کے کہنے لگا ٹکوئی! تم اچھے آدمی ہو۔ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ تم شراب کو مت پیا کرو۔ ٹکوئی اگر تم ایسا کرو گے۔ تم اپنا مال۔ اپنا چال چلن۔ اپنی صحت۔ اور آخر کار اپنی زندگی کھو بیٹھو گے۔ نہیں۔ ٹکوئی۔ ان سب سے بدتر بات یہ ہے کہ آخر کار تم اپنی غیر فانی روح کو بھی کھو دو گے۔ ٹکوئی خاموش ہو کر پادری کی بات کو سنتا رہا۔ پادری چلا گیا۔ کئی دن کئی ہفتے۔ اور کئی مہینے گذر گئے۔ اور پادری نے اُس رئیس کو پھر نہ دیکھا۔ مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ رئیس پادری سے کہیں دُور نہیں تھا صرف مناسب موقعہ کا انتظار کر رہا تھا۔ قریباً ایک سال بعد ایک طوفانی رات کو پادری جو اپنے دَورہ پر گیا ہوا تھا بھیگا ہوا اور کانپتا ہوا اپنے مکان پر واپس آیا۔ آگ خوب بھڑک رہی تھی۔ کمرہ گرم تھا پادری نے خشک کپڑے پہنے۔ کھانا کھایا۔ اور آرام محسوس کرنے لگا۔ اُس کو خیال آیا کہ ایسا نہ ہو زکام لگ جائے آؤ سونے سے پہلے ایک گلاس وِسکی شراب (جو آپ کے باورچی خانہ میں ہر وقت موجود رہتا تھا) پی لیں۔ اُس کا ملازم جھٹ شراب کی دیگچی لایا۔ وِسکی کی بوتل نکالی گئی۔ اور کچھ شکر اور لیموں اور پادری صاحب شراب کا پیالہ مُنہ کو لگانے ہی لگے تھے کہ دروازہ کھُلا اور ایک منقش چہرہ نے اندر جھانکا۔ چہرے کے بعد باقی جسم بھی اندر داخل ہوا اور پادری صاحب کیا دیکھتے ہیں کہ (بدقسمتی سے) وہی ٹکوئی دروازہ میں کھڑے ہیں۔ ٹکوئی نے پادری کو مخاطب کر کے کہا " چھوٹے باپ! تم شراب کو مت پیو۔ چھوٹے باپ! اگر تم شراب پیو گے تو تم اپنا مال۔ اپنا چال چلن۔ اور اپنی صحت کھو بیٹھو گے اور شائد تم اپنی جان بھی کھو بیٹھو گے۔ نہیں چھوٹے باپ تم اپنی .... مگر ایسا نہیں ہوگا۔ تمہاری غیر فانی روح میری روح سے زیادہ

قیمتی ہے۔ شراب تمہاری نسبت مجھے کم نقصان پہنچائے گا۔ تمہاری غیر فانی روح کو بچانے کے لیئے میں خود اس پیالہ کو پی لوں گا۔“

غرض مسیحی صاحبان کا یہ فرمانا بالکل بے جا ہے کہ افریقہ کے باشندے اسلام کو اس لیئے قبول کرتے ہیں کہ وہ بدی کو ترقی دیتا ہے۔ اگر یہی سبب ہوتا تو وہ مسیحی مذہب کو اسلام پر ضرور ترجیح دیتے۔ تعجب آتا ہے کہ کس طرح عام جلسوں میں پادری صاحبان ایسی کذب بیانی پر جرأت کر لیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ولایت کے عوام کالانعام ایسی دھوکہ کی باتوں کو سنکر صرف یہی نتیجہ نکالیں گے کہ پادری صاحبان میں نہایت ہی سیاہ قسم کی غلاف بیانی کی قابلیت پائی جاتی ہے۔ پادری صاحبان کو چاہیئے کہ پہلے اپنی اصلاح کریں۔ اس کے بعد اپنے ہم مذہب تاجروں کی جو وسکی اور رم کی بوتلیں لیکر غیر ممالک میں سایہ کی طرح پادریوں کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں اس کے بعد ان کو اختیار ہے کہ غیر ممالک کے باشندوں کی طرف رجوع کریں۔

مسٹر فروڈ صاحب پادریوں کو ایک نصیحت بھی کرتے ہیں۔ کیا پادری صاحبان ایسے جلیل القدر خیر خواہ کی نصیحت پر کان دھریں گے؟ وہ نہایت خیر خواہی اور درد دل سے لکھتے ہیں کہ ”اگر رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ مشنری مسلمانوں سے شراب کی ممانعت کرنا اور عملاً اس کو روکنا سیکھ سکیں تو اس نہایت ہی عجیب قوم یعنی قوم مآری ہیں سے جو لوگ ابھی باقی ہیں وہ تباہی سے بچ سکتے ہیں“ میں کہتا ہوں کہ اگر پادری صاحبان مسٹر فروڈ صاحب کی نصیحت پر عمل کرکے مسلمانوں سے یہ سبق سیکھ لیں تو نہ صرف قوم مآری ہلاکت سے بچ جائے گی بلکہ ایک دنیا جو آج مسیحی صاحبان کی مہربانی سے شراب خواری کی آفت میں گرفتار ہے اس بلا سے نجات پا جائے گی۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

ینابیع الاسلام پر ریویو - حصہ ۴

مسیحی سرچشمے

ریورنڈ ٹسڈل نے اکیس (۲۱) مسیحی کتابوں کا ذکر کیا ہے جن کو وہ اسلامی تعالیم کے سرچشمے قرار دیتا ہے مگر اُس کے نزدیک ان کتابوں کے علاوہ اور بھی بہت سی مسیحی کتابیں ہیں جو اسلامی تعالیم کا ماخذ ہیں وہ لکھتا ہے کہ بسیارے از مسیحیان ساکن جزیرۃ العرب نہ فقط نادان بلکہ مرتکب بدعتہائے متنوعہ گردیدہ بودند یعنی عرب کے اکثر عیسائی صرف نادان ہی نہ تھے بلکہ طرح طرح کی بدعتوں میں بھی مبتلا تھے پھر لکھتا ہے آن بدعتیان از انجیل و از صحایف حواریین چنداں اطلاع نداشتند و از آن سبب بعضے کتابہائے جعلی پُر افسانۂ باطل میاں خودشاں انتشار دادہ آنہا را مے خواندند و آن حکایتہا را که در آنہا مندرج بود برزبانہائے خویش میراندند یعنی مسیحیوں کے بدعتی فرقے جو عرب میں آباد تھے انجیل اور حواریوں کے صحیفوں سے چنداں واقفیت نہیں رکھتے تھے اس لیئے باطل اور جعلی کتابیں اُن میں کثرت سے رائج تھیں اور وہ کتابوں کو پڑھتے تھے اور جو حکایات اُن کتابوں میں درج تھیں بیان کیا کرتے تھے۔

پھر پادری صاحب اس سوال کے جواب میں کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن بدعتیوں سے علم حاصل کیا اور کس طرح آپ کو بدعتیوں کی باطل کتابوں کے مضامین سے آگاہی حاصل ہوئی بیان کرتے ہیں قول معترضین این است کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چوں از انجیل واقفیت کامل نداشت و با ابنائے جنس مذکور مراودۃ و معاشرت میداشت گمان برد کہ ہرچہ از زبان ایشان شنید در انجیل و یا در رسالہ ہائے حواریین مندرج است یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انجیل سے پوری واقفیت نہیں تھی آپ کا میل جول ہمیشہ بدعتی مسیحیوں کے ساتھ رہتا تھا اور جو کچھ آپ نے ان بدعتیوں سے سُنا آپ نے خیال کیا کہ یہی انجیل اور حواریوں کے

صحیفوں کے مضامین ہیں پس اس طرح آپ نے انکی باتوں کو انجیل اور حواریوں کی تعلیم سمجھ کر قرآن شریف میں داخل کر دیا اور اُس کا نام وحی آلٰہی رکھا۔ یہ ہیں پادری صاحب کی شہادات جو آپ نے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کی ہیں پادری صاحب کے بیان سے مندرجہ ذیل باتیں بطور نتیجہ کے پیدا ہوتی ہیں (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے مسیحیان عرب بدعتی فرقوں سے تعلق رکھتے تھے (۲) اناجیل اور صحف حوارین سے بے خبر تھے مگر بدعتی فرقوں کی کتب سے خوب واقفیت رکھتے تھے (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مسیحیوں کے درمیان ہر وقت رہتے تھے اور باہمی ملاقات اور میل ملاپ کا سلسلہ جاری رہتا تھا (۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بدعتی مسیحیوں پر پورا اعتماد تھا آپ جو کچھ اُن کی زبان سے سُنتے تھے اُسے انجیل اور صحف حوارین کی عبارت یقین کرتے تھے اور اُسے وحی آلٰہی ظاہر کر کے قرآن مجید میں داخل کر دیتے تھے (۵) مسیحی مذہب کا جو بیان قرآن مجید میں پایا جاتا ہے وہ بدعتی فرقوں کے عین مطابق ہے۔ یہ ہیں وہ نتائج جو پادری ٹسڈل کے بیان سے پیدا ہوتے ہیں اگر ان کی بنا واقعات پر ہو تو کسی شخص کو پادری صاحب کے ساتھ اتفاق کرنے سے انکار نہ ہوگا مگر اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ پادری صاحب کے یہ بیانات بالکل خلاف واقعہ ہیں تو پھر پادری صاحب کا سارا دعویٰ باطل ہو جائے گا اس لیئے ہم سب سے پہلے پادری صاحب کے ان بیانات کی صحت کی پڑتال کریں گے۔

پادری ٹسڈل کے برخلاف تین جلیل القدر مسیحیوں کی گواہی

پادری صاحب کے بیانات کی بیخکنی کے لیئے اس سے زیادہ کوئی بہتر طریق نہ ہوگا کہ خود مسیحی مصنفین کے بیانات کو نقل کر دیا جاوے جو ہر ایک امر میں پادری صاحب کے بیانات کی تردید کرتے ہیں پہلا مسیحی مصنف جس کو میں پادری صاحب کے برخلاف شہادت دینے کے لیئے بلاتا ہوں وہ جے۔ ایم راڈویل ایم اے۔ ریکٹر آف سنٹ ایتھلبرگ و مترجم قرآن مجید ہے۔ پادری صاحب نے صرف دو بڑے بڑے بدعتیوں کا نام لیا ہے جن کی تحریریں اُن کے

خیال میں عرب کے مسیحیوں میں کثرت سے رائج تھیں اور اس لیئے اُن کے مضامین قرآن مجید
میں داخل ہو گئے یہ مرقیوں اور بسیلیدس ہیں جو ایک بدعتی فرقہ ناسٹک نامی کے دو
عظیم الشان امام ہیں ملاحظہ ہو ینابیع الاسلام صفحہ ۱۴۹ و ۱۵۷۔ پس پادری صاحب کے
نزدیک مسیحیوں کے جن بدعتی فرقوں کا بڑا اثر قرآنی مضامین و تعالیم پر ہوا وہ ناسٹک
مذہب کے فرقے تھے اب دیکھتے ہیں کہ راڈویل صاحب اس بارے میں کیا شہادت دیتے
ہیں وہ قرآن شریف کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں " یہ خیال کیا جاتا ہے کہ
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسیحی مذہب کے متعلق اپنے بہت سے خیالات کو ناسٹک فرقہ
سے حاصل کیا لیکن ایسا خیال کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ فرقہ اُس زمانہ میں عرب
میں کثرت سے پھیلا ہوا تھا مگر اس کا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں بلکہ ہمارے پاس کوئی
ایسی تاریخی سند بھی موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ اس فرقہ کے اصول کبھی کسی زمانہ میں
ملک عرب میں سکھائے گئے یا اس فرقہ کا کوئی پیرو ملک عرب میں کبھی گذرا ہے برخلاف
اس کے یہ ایک یقینی امر ہے کہ پانچویں صدی مسیحی کے وسط کے قریب۔ بسیلیدین۔
وے لین ٹی نی آن اور دوسرے ناسٹک فرقے یا تو بالکل معدوم ہو چکے تھے یا
عام مسیحیوں میں جذب ہو گئے تھے اور ملک مصر سے چھٹی صدی سے پہلے معدوم
ہو گئے تھے " دوسرا مسیحی مصنف جس کو میں پادری ٹسڈل کے برخلاف شہادت
دینے کے لیئے پیش کرتا ہوں سر ولیم میور ہے وہ اپنی کتاب لائف آف محمد (صلی اللہ
علیہ وسلم) میں لکھتا ہے کہ " ناسٹک مذہب چھٹی صدی سے پہلے مصر سے نابود
ہو چکا تھا اور اس امر کے لیئے ہمارے پاس کوئی شہادت نہیں کہ یہ مذہب کبھی ملک
عرب میں داخل ہوا " مگر پادری ٹسڈل کے خیال کے مطابق ناسٹک مذہب کے
مشہور لیڈروں بسیلیدس اور مرقیوں کے پیرو نہ صرف کثرت سے عرب میں پائے
جاتے تھے بلکہ وہ بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب میں رہتے تھے اور ہر وقت
باہمی ملاقات اور میل جول کا سلسلہ جاری رہتا تھا پادری صاحب بعض اُن اناجیل
کا بھی ذکر کرتے ہیں جو اناجیل اربعہ کے علاوہ ہیں اور جن کو مسیحیوں کی اصطلاح میں

اپوکرفا کہتے ہیں پادری صاحب ان اناجیل کو بھی اسلام کے ینابیع میں شامل کرتے ہیں اور اُن کے نزدیک اگرچہ عرب کے مسیحی لوگ اناجیل اربعہ سے واقفیت نہیں رکھتے تھے مگر ان کتابوں میں پوری مہارت رکھتے تھے اور قرآن شریف کے مضامین پادری صاحب کے نزدیک اپوکرفا سے پوری مطابقت رکھتے ہیں اس کے متعلق سرولیم میور لکھتا ہے کہ "بعض نے قرآنی مضامین کا کھوج اناجیل اپوکرفا میں لگانے کی کوشش کی ہے جن کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسائی میں تھیں مگر اگرچہ قرآن کی بعض تفاصیل ان اناجیل کے مشابہ ہیں مگر عام طور پر کوئی مطابقت نہیں پائی جاتی۔ اور اگر یہ کتابیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسائی میں ہوتیں تو ضرور تھا کہ قرآن مجید کے بہت سے مضامین ان کتابوں میں سے لیے جاتے بعض کا خیال ہے کہ نسلاً بعد نسلاً مسیحی مذہب کے جو عقائد اور حالات اور تاریخی واقعات روایت کے طور پر ملک عرب کے مسیحیوں میں چلے آتے تھے قرآن مجید کے مضامین اُن سے اخذ کیے گئے مگر یہ خیال بھی غلط ہے کیونکہ اگر یہی روایتی واقعات قرآنی مضامین کا منبع ہوتے تو یہ اس غرض کے لیے بالکل ناکافی تھے ہمارے پاس کوئی ثبوت اس بات کا موجود نہیں کہ مکہ میں یا مدینہ میں اسقدر روایتی حالات مسیحی مذہب کے متعلق موجود تھے کہ اُن سے اُس قسم کے بیانات پوری تفصیل اور بسط کے ساتھ مرتب ہو سکتے جیسے کہ قرآن مجید میں پائے جاتے ہیں جو اناجیل اربعہ اور دیگر اناجیل کے مضامین کے ساتھ گہری مشابہت اور تفصیلی مطابقت رکھتے ہیں (لائیف آف محمدؐ ۱۴۹-۱۵۰) صفحہ ۱۱۹ پر ولیم میور لکھتا ہے "درحقیقت اگر ہم ایک یا دو حبشیوں کو مستثنے کر دیں جو دُور دراز مسیحی قبیلوں کی طرف بھیجی گئیں تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی ساری زندگی میں مسیح کے پیروؤں سے کوئی میل جول کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کس قدر مسیحی ملک عرب میں آباد تھے اُس کے متعلق ولیم میور لکھتا ہے " پانچ صدی کی جدوجہد کے بعد ایسے لوگ جنھوں نے

مسیحی مذہب قبول کیا صرف کہیں کہیں ملتے تھے یعنی نجران میں بنی حارث۔ یمامہ میں بنی حنیفہ۔ اور تیما میں بعض بنی طے۔ انکے علاوہ اور کوئی مسیحی مذہب کے پیرو ملک عرب میں موجود نہیں تھے (دیباچہ لائیف آف محمدؐ ۸۴) اب میں پادری صاحب کے برخلاف شہادت دینے کے لئے ایک تیسرے صاحب کو پیش کرتا ہوں اور وہ پروفیسر نول ڈیکے ہے پادری صاحب کے خیال کے بموجب اگرچہ عرب کے مسیحی اناجیل اربعہ اور صحف حوارین سے چنداں آگاہی نہیں رکھتے تھے مگر دیگر اناجیل جو پادری صاحب کے نزدیک جعلی اور پُر افسانہ باطل ہیں اور کتب مرتدین اُن کے پاس موجود تھیں اُن کو خود پڑھتے تھے اور اُن کے مضامین وہ اکثر لوگوں کو سنایا کرتے تھے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ آں بدعتیان از انجیل و از صحائف حوارین چنداں اطلاع نداشتند و از آں سبب بعضے کتابہائے جعلی پُر افسانہ باطل میاں خودشاں انتشار دادہ آنہا را مے خواندند و آں حکایتہا را کہ در آنہا مندرج بود بر زبانہائے خویش مے راندند۔ اور یہ کتابیں عبرانی۔ یونانی۔ سریانی وغیرہ زبانوں میں تھیں کیونکہ اُس وقت تک کوئی کتاب پادری صاحبان کے مسلمہ عقیدہ کے بموجب عربی میں ترجمہ نہیں ہوئی تھی پس پادری صاحب کے خیال کے بموجب عرب کے مسیحی یعنی بنی حارث و بنی حنیفہ۔ اور بنی طے ان زبانوں میں مہارت رکھتے تھے اور عبرانی۔ یونانی۔ سریانی وغیرہ مسیحی کتب کو پڑھ سکتے تھے مگر پروفیسر مذکور اس سے انکار کرتا ہے وہ لکھتا ہے کہ "عرب کے مسیحی قریباً کچھ بھی نہیں جانتے تھے" ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔ جلد سولہ[16] صفحہ ۶۰۰ اب پادری صاحب کے برخلاف تین گواہ کھڑے ہیں جو ہر ایک امر میں پادری صاحب کے برخلاف بیان دیتے ہیں پادری صاحب تو فرماتے ہیں کہ عرب کے مسیحی مرقیون اور بسیلیدس اور دیگر مرتدین کی تعالیم سے پوری واقفیت رکھتے تھے اور اگرچہ اناجیل اربعہ سے انکو چنداں تعلق نہ تھا مگر دیگر اناجیل سے جن کو اپوکرفا کہتے ہیں اُن کو پوری واقفیت حاصل تھی مگر مذکورہ بالا صاحبان بیان کرتے ہیں کہ مرقیون اور بسیلیدس اور دیگر ناسٹکی بدعتیوں کی تعالیم کو عرب میں کبھی دخل حاصل نہیں ہوا اور یہ کہ اناجیل اپوکرفا یا دوسری اناجیل تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی رسائی نہیں ملی۔ اور یہ کہ عرب کے مسیحی اناجیل

اپوکرفا تو کجا قریباً کچھ بھی نہیں جانتے تھے پادری صاحب یہ نہیں کہتے کہ عرب کے عیسائی مسیحی عقائد اور تاریخی حالات کو روایتی طور پر جانتے تھے بلکہ اُن کا بیان ہے کہ اناجیل اپوکرفا اُن کے پاس موجود تھیں بلکہ کثرت سے پھیلی ہوئی تھیں اور وہ لوگ خود اُن کتابوں کو پڑھ سکتے تھے اور براہِ راست بلا واسطہ ان کے مضامین سے آگاہی حاصل کر سکتے تھے ملاحظہ ہو ینابیع صفحہ ۱۱۳ - افسوس ہے کہ ایک مقدس پادری کہلا کر ایسی باتیں مُنہ پر لانے کی جرأت کرے جن کا کچھ بھی ثبوت اُس کے پاس نہیں اور جنکو وہ خود خلاف واقعہ سمجھتا ہے مگر پادری صاحب صرف اسی پر بس نہیں کرتے آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ اناجیل اپوکرفا پڑھنے والے مسیحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن لوگوں سے ہر وقت میل ملاپ اور نشست و برخاست رکھتے تھے چنانچہ پادری صاحب فرماتے ہیں حضرت محمدؐ با ابنائے جنس مذکور مراودۃ و معاشرت میداشت - یہ کیسی صریح کذب بیانی ہے اور امید نہیں کہ پادری ٹسڈل کے سوا کوئی اور پادری اس قسم کی خلاف بیانی پر جرأت کر سکے - مَیں پہلے میور کے قول کو نقل کر چکا ہوں جس نے لکھا ہے کہ ملک عرب میں صرف تین جگہ تھوڑے تھوڑے عیسائی آباد تھے نجران میں بنی حارث - یمامہ میں بنی حنیفہ اور تیما میں چند بنی طے - اس کے سوا کوئی قوم مسیحیوں کی کسی جگہ آباد نہیں تھی اور میور نے یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی میں مسیحؑ کے پیرؤوں سے کوئی میل جول کرنیکا موقعہ نہیں ملا - اس میں شک نہیں کہ یا تو پادری صاحب بالکل نادان اور اسلامی تاریخ کے علم سے بالکل بے بہرہ ہیں یا عمداً خلاف واقعہ باتیں بیان کر کے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں افسوس ہے کہ ایسا شخص یہ دعویٰ کرے کہ مَیں نے قرآنی مضامین کا زمینی سرچشموں سے ماخوذ ہونا اظہر من الشمس کر دیا ہے۔

پادری ٹسڈل کی علمیت

پادری صاحب قدم قدم پر اگر عمداً خلاف بیانی کا نہیں تو کم از کم اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہیں اپنی تحقیقات کے اثنا میں وہ چند قبطی تحریروں کا ذکر کرتے ہیں جنکو وہ اسلام کے سرچشموں میں شمار کرتے ہیں اور جس طریق سے وہ ان

کتابوں کے مضامین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتی ہیں اُس کو پڑھ کر بلا اختیار پادری صاحب کی علمیت پر تعجب آتا ہے۔ ان کتابوں میں سے ایک کا نام انجیل طفولیت ہے اس انجیل میں سے ایک عبارت نقل کرنے کے بعد وہ لکھتا ہے کہ "بے شک و شبہ حضرت محمدؐ ایں حکایت را از آں کتاب جعلی اخذ نمودہ و اگر شخصے بپرسد کہ آں امر بچہ طور ممکن بودہ در جوابش مے تواں گفت کہ ایں کتاب از قبطی بعربی ترجمہ شدہ است و چوں ماریہ قبطیہ درمیان کنیزکہائے حضرت محمدؐ بود ایں فسانہ را از آں زن نادان شنیدہ گمان برد کہ ایں داستان در انجیل اصلی حقیقی مرقوم است پس از آں سبب آنرا قدرے تبدیل دادہ داخل قرآن گردانید۔ یعنی اس میں کچھ شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم نے اس حکایت کو انجیل طفولیت سے (جو پادری صاحب کے نزدیک جعلی کتاب ہے) اخذ کیا۔ اور اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے کس طرح ممکن تھا کہ آپ اس مضمون کو انجیل طفولیت مسیحؑ سے حاصل کرتے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ اب یہ انجیل عربی میں ہے مگر اصل میں قبطی زبان میں تھی اور چونکہ حضرت ماریہؓ بھی قبطی قوم میں سے تھی جو مصر سے شاہ مقوقس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجی تھی اس لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ حضرت ماریہؓ سے سن لیا اور یہ خیال کر کے کہ یہ بیان اصل انجیل میں ہے اسکو کسی قدر تغیر دیکر قرآن مجید میں داخل کر دیا۔ ایک جاہل مسیحی پادری صاحب کی اس تحقیقات کو پڑھکر اُنکی قابلیت کی ضرور داد دیگا اور بلا شک وشبہ وہ یہ خیال کریگا کہ پادری صاحب نے بڑا کمال کیا ہے کیسی صفائی سے ایک قرآنی مضمون کا ایک مسیحی کتاب میں سے کھوج نکالا ہے اور پھر کیسے تاریخی واقعہ سے اس مضمون کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا ثابت کر کے دکھا دیا ہے مگر ہر ایک ایسا شخص جس کو اسلامی تاریخ کا کچھ علم ہے وہ پادری صاحب کی اس تحقیقات پر ہنسے گا۔ اوّل تو اس بات کا ہی کوئی ثبوت پادری صاحب کے پاس موجود نہیں کہ حضرت ماریہؓ جب اپنے وطن ملک مصر میں رہتی تھیں تو انہوں نے انجیل طفولیت کو پڑھا تھا اور وہ اس انجیل کے اس مضمون سے آگاہی رکھتی تھیں اور پھر جب وہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس آئیں تو انہوں نے انجیل مذکورہ کی اصل عبارت ہو بہو سنا دی جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصل انجیل کی عبارت سمجھکر ایک خفیف تغیر کے ساتھ قرآن مجید میں داخل کردیا مگر ہم یہ سب کچھ محض پادری صاحب کی خاطر مان بھی لیتے ہیں لیکن اس کے متعلق ایک خاص مشکل ہے جس کا حل کرنا پادری صاحب کے لئے محال ہے اور وہ مشکل یہ ہے کہ مضمون زیر بحث جس کی نسبت پادری صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت ماریہؓ کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انجیل طفولیت سے اخذ کیا یعنی آیت قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا سورہ مریم میں واقع ہے اور یہ سورہ مکی زمانہ کی سورہ ہے اور مکہ میں بھی بہت ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی کیونکہ جب بعثت کے سال ۵ و ۶ میں مکہ کے بعض مسلمان قریش کی تعدیوں سے تنگ آکر حبشہ کی طرف بھاگ گئے اور پھر اس کے بعد قریش نے اپنے آدمی نجاشی شاہ حبشہ کے پاس اس غرض سے بھیجے کہ پناہ گزین مسلمانوں کو اُنکے حوالے کردے تو اُسوقت حبشہ کے مسلمان بادشاہی دربار میں طلب کئے گئے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے ایک فصیح تقریر میں قریش کے مظالم کا ذکر کرکے اور اپنی مذہبی تعلیم کا نقشہ کھینچکر اس سے حفاظت طلب کی اُس وقت قریش کے سفیروں نے اُس عیسائی بادشاہ کو یہ کہکر بھڑکانا چاہا کہ انکا نبی حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت ہتک آمیز الفاظ کہتا ہے تو اُسوقت اس الزام کے جواب میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے یہی سورہ مریم بلکہ یہی آیات زیر بحث دربار شاہی میں پڑھکر سنائیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سورۃ ہجرت حبشہ سے پہلے نازل ہو چکی تھی یعنی ہجری سن سے کم از کم سات سال قبل مگر حضرت ماریہؓ جنکی نسبت پادری صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات اُن سے سیکھیں مدینہ میں ہجرت کے ساتویں سال میں آپ کے پاس آئیں یعنی آیت مذکورہ کے نزول سے قریباً چودہ سال بعد۔ اب پادری صاحب فرمادیں کہ یہ کسطرح ممکن ہوا کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس آنے سے چودہ سال پہلے یہ آیات آپکو سکھا دیں یہ ایک مشکل ہے جس کا حل کرنا پادری صاحب کیلئے کیا اُن کے فاضل مترجم سر ولیم میور کے لئے بھی محال ہے ناظرین! یہ ہے نمونہ پادری صاحب کی اعلیٰ تحقیقات کا۔ ایسا ہی پادری صاحب کی اعلیٰ تحقیق کا ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو۔ مَیں ایک پہلے مضمون میں مصریوں کی ایک پُرانی کتاب مسمی بہ کتاب الاموات کا ذکر کر چکا ہوں پادری صاحب کے نزدیک یہ کتاب بھی قرآن مجید کی تعالیم کا ایک سرچشمہ ہے اور وہ ایک نہایت ہی پیچ در پیچ راہ سے اس کتاب کے مضامین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں وہ لکھتے کہ اس کتاب میں ایک تعلیم ہے اعمال کے تولا جانے کے متعلق یہ تعلیم اس کتاب سے اخذ کر کے مسیحیوں نے اپنی کتاب وصیت نامہ ابراہیمؑ میں داخل کر دی پھر ماریہ قبطی نے وصیّت نامہ ابراہیمؑ کو پڑھکر اس تعلیم سے آگاہی حاصل کی اور جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں پہنچی تو اُس نے یہی تعلیم آپ کو سکھا دی آپنے خیال کیا کہ جو کچھ یہ بیان کرتی ہے یہ عین انجیل کی تعلیم ہے اس لیئے آپنے اس کو قرآن مجید میں داخل کر دیا اور یہ ظاہر کیا کہ یہ تعلیم بذریعہ وحی مجھ پہ نازل ہوئی ہے پادری صاحب کی خاطر ہم اس جگہ بھی اُن کا ہر ایک دعویٰ بلا دلیل صحیح ماننے کے لیئے تیار تھے ہم اس بات کے ماننے کیلیئے بھی تیار تھے کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا ایک عالمہ فاضلہ عورت تھیں جو اپنے مذہب کی کتب سے گہری واقفیت رکھتی تھیں اور یہ کہ انہوں نے وصیت نامہ ابراہیمؑ کو اچھی طرح پڑھا ہوا تھا اور ہم پادری صاحب کی خاطر یہ بھی فرض کر لیتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی ہر ایک بات کو انجیل کی تعلیم یقین کرتے تھے مگر مشکل تو یہ ہے کہ پادری صاحب کی بدقسمتی سے جن دو آیات قرآنی کا انہوں نے ذکر کیا ہے وہ دونوں مکی ہیں حالانکہ حضرت ماریہؓ ہجرت کے ساتویں سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اور وہ دو آیات یہ ہیں۔

(۱) فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ (سورۃ قارعہ) (۲) اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ (شوریٰ)

دو باتوں میں سے ایک بات تو ضرور ہے یا تو پادری صاحب بوجہ نادانی ایسی آیات کو جو

سالہا سال پہلے نازل ہو چکی تھیں ایسے لوگوں کی طرف منسوب کرتے ہیں جو آیات کے نزول سے کئی سال بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے یا پادری صاحب صرف عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں مگر بہر حال اُنکی کارروائی ہر ایک عقلمند کے نزدیک قابل نفرت ہے اگر انکو اتنا بھی علم نہ تھا کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کس زمانہ میں اور کس شہر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور یہ کہ سورۂ القارعہ اور الشوریٰ مکی سورتیں ہیں یا مدنی تو انہوں نے کس علم کے بھروسہ پر اس تحقیقات کو اپنے ذمہ لیا۔ اور اگر اُن کو ان امور کا علم تھا مگر صرف عوام الناس کو دھوکہ دینے کی غرض سے ایسا لکھا ہے تو اُن کی کارروائی اور بھی زیادہ قابل شرم ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب نے جتنا وقت قرآنی تعالیم کے سرچشمے دریافت کرنے کے لئے خرچ کیا ہے اتنا اپنی بائبل کے پڑھنے پر خرچ نہیں کیا۔ قرآن مجید نے جو تعلیم وزن اعمال کے متعلق دی ہے اُسپر پادری صاحب اعتراض کرتے ہیں کہ یہ غلط تعلیم ہے کیونکہ اس کا اصل ہماری کتاب مقدس میں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ اصل میں یہ مصر کے قدیم بُت پرستوں کی تعلیم ہے جو اُن کی کتاب کتاب الاموات میں پائی جاتی ہے اور حضرت ماریہؓ قبطی کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی۔ افسوس۔ پادری صاحب اسلامی تاریخ سے تو بے خبر تھے ہی۔ کاش کہ اپنی ہی کتاب مقدس کی آپ کو کچھ خبر ہوتی۔ بیچارے پادری صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ یہ تعلیم جس کو وہ بُت پرستوں کی تعلیم قرار دیتا ہے خود پادری جی کی کتاب مقدس میں پائی جاتی ہے کیونکہ ۱۔سموئیل باب ۲ درس ۳ میں لکھا ہے "وہ غرور سے بہت باتیں نہ کہو اور بڑا بول تمھارے مُنہ سے نہ نکلے کیونکہ خداوند دانش کا خدا ہے اور اعمال اُسکے آگے تولے جاتے ہیں" اب پادری صاحب میں کچھ انصاف کا حصّہ ہے تو جیسا کہ انہوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ وزن اعمال کے متعلق قرآنی تعلیم مصر کے قدیم بُت پرستوں سے لی گئی ایسا ہی اب اُسکو اس بات کا بھی اقرار کرنا چاہیئے کہ کتاب مقدس میں جو اعمال کے تولا جانے کا ذکر ہے وہ بھی دراصل مصر کے قدیمی بُت پرستوں کی تعلیم ہے جو اُنکی کتاب کتاب الاموات میں سے

چرائی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو کوئی ذریعہ ایسا نہیں تھا جس سے وہ اس تعلیم کو کتاب الاموات سے حاصل کر سکتے۔ مگر کتاب مقدس کے روحانی مصنفوں کے پاس تو قدیم مصریوں سے اس تعلیم کا سرقہ کرنے کے لیئے کئی آسان ذریعے موجود تھے پھر کیوں یہ خیال نہ کیا جاوے کہ کتاب مقدس میں جو اعمال کے تولا جانے کا ذکر ہے وہ مصر کے بت پرستوں سے چرایا گیا مگر پادری صاحب اپنی کتاب مقدس کے لیئے تو ہرگز گوارا نہ فرمائیں گے کہ اس کی تعلیم غیروں سے چرائی گئی بلکہ یہ کہیں گے کہ جو کچھ کتاب مقدس میں ہے وہ خداوند خدا کا کلام ہے مگر جب قرآن مجید میں وہی تعلیم دی گئی تو اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ یہ مصریوں سے حاصل کیگئی سچ کہو پادری صاحب یہی انصاف ہے!! پادری صاحب نے اسلامی ینابیع کی تلاش میں اپنی اور پرائی سب کتابوں کی ورق گردانی کی ہے اور تالمود کو بھی عبور کیا ہے مگر تعجب ہے کہ انکو تالمود کا مندرجہ ذیل فقرہ کیوں نظر نہ آیا۔ "جب گناہ اور نیک اعمال انصاف کے ترازو میں ایک دوسرے کے مقابل میں رکھے جاتے ہیں تو خدائے تعالیٰ اس کو رحم کی طرف جھکا دیتا ہے ملاحظہ ہو پیکلتا باب ۲۶ - ۱۶۷ الف۔ غرض اعمال کے تولا جانے کا ذکر خود بائبل میں اور یہودیوں کی دوسری کتابوں میں موجود ہے مگر پادری صاحب کو اپنے گھر کی بھی خبر نہیں اور دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں پادری صاحب صفحہ ۱۶۴ پر صریح الفاظ میں لکھتے ہیں کہ اس تعلیم کا نام و نشان بھی کتاب مقدس میں نہیں پایا جاتا۔ حالانکہ کتاب ۱ سموئیل باب ۲ ورس ۳ میں بالصراحت اس کا ذکر موجود ہے اور تالمود میں یہود کا یہی عقیدہ بیان کیا گیا ہے پس کیا ایسا شخص جسکو نہ کتاب مقدس کی تعلیم کی کچھ خبر ہے اور نہ یہود کے معتقدات سے اسکو کچھ آگاہی ہے نہ اسلام کی تاریخ سے کچھ واقفیت رکھتا ہے اور نہ مکی اور مدنی سورتوں میں تمیز کر سکتا ہے کیا ایسا نادان پادری یہ حق رکھتا ہے کہ اسلامی تعلیم کے سرچشموں کے متعلق کسی رائے کا اظہار کرے۔ خدائے تعالیٰ نے جو تعلیم اعمال کے موازنہ کے متعلق قرآن مجید میں ... دی ہے وہ کوئی نئی تعلیم نہیں یہی تعلیم گذشتہ انبیاء

نے دی اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور جس طرح خدائے تعالیٰ یہ تعلیم گذشتہ مرسلین کو سکھا سکتا تھا اسی طرح وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سکھا سکتا تھا پادری صاحب کا یہ کہنا محض لغو ہے کہ آپنے یہ تعلیم حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے سیکھی۔ حضرت ماریہؓ کے پہنچنے سے کئی سال پہلے آپ اس تعلیم کو شہر مکہ میں شائع کر چکے تھے۔

پادری ٹسڈل کی تحقیقات کی حقیقت

پادری صاحب کی کتاب واقعی ایک عجیب کتاب ہے مگر اُن معنوں میں نہیں جن میں میور اُس کو عجیب کتاب کہتا ہے۔

پادری صاحب کا طرز بالکل نرالا ہے جو خود اُنکی ذات کے ساتھ مخصوص ہے جب اُنکو کوئی امر ثابت کرنا منظور ہوتا ہے تو اُن کو یہ ضرورت نہیں ہوتی کہ اُس کے ثابت کرنیکے لئے صحیح واقعات کی تلاش کریں کیونکہ اُن کے پاس ایک جادو کی قلم ہے جسمیں یہ خاصیت ہے کہ وہ خود واقعات کو ایجاد کرسکتی ہے وہ اس امر کے محتاج نہیں کہ ایک دعویٰ کو ثابت کرنیکے لئے معمولی تاریخ کی طرف توجہ کریں۔ کیونکہ وہ یہ طاقت رکھتے ہیں کہ خود ایک نئی تاریخ کو پیدا کرلیں۔ وہ معدوم امور کو عدم سے وجود میں لانے کی استعداد رکھتے ہیں اس لئے ہر ایک بات کے ثابت کرنے کیلئے وہ خود اپنے ڈھب کے واقعات پیدا کرسکتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کا زمینی سر چشموں سے ماخوذ ہونا ثابت کرنیکے لئے انہوں نے اپنی اسی قوت سے کام لیا ہے مثلاً اُنکو یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ قرآن شریف کی بعض تعالیم اور اُس کے بعض مضامین مسیحی سر چشموں سے ماخوذ ہیں اس بات کے ثابت کرنے کے لئے انہوں نے یہ ضروری سمجھا کہ بعض مسیحی کتب اور بعض مسیحی عقائد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسائی میں پہنچائے اس لئے وہ بغیر کسی تاریخی ثبوت کے صرف اپنی زبان کی سند پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ سب کتابیں اور عقائد عرب کے مسیحیوں میں پوری طرح رائج تھے اور عرب کے مسیحی ان کتابوں کو اچھی طرح پڑھ سکتے تھے اور وہ مشہور بدعتیوں مرقیون اور بسیلیدس کے معتقدات سے پوری واقفیت

رکھتے تھے بلکہ خود اُن کے پیرو تھے اس کے علاوہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے اور ہر وقت آپ کے آگے پیچھے پھرتے تھے۔ پھر ان
سب باتوں سے بڑھکر آپ کو ان مسیحی ہمنشینوں پر پورا اعتماد تھا اور ہر ایک حکایت
اور ہر ایک مسئلہ جو آپ ان مسیحی دوستوں سے سنتے تھے اُس کو عین الہام الٰہی
یقین کرتے تھے جو حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا۔ اور اس لیئے اسکو
بلا تامل قرآن مجید میں داخل فرماکر یہ ظاہر کرتے تھے کہ یہ کلام بذریعہ وحی میرے پر
نازل ہوا ہے۔ یہ ہے پادری صاحب کے دلائل کا خلاصہ۔ مگر یہ سب ایسے امور ہیں جو
سب پادری صاحب کے خیال کی ایجاد ہیں۔ ان کا وجود نہ زمین پر پایا جاتا ہے نہ
آسمان پر۔ اگر یہ امور کہیں پائے جاتے ہیں۔ تو صرف پادری صاحب کی خود
تراشیدہ خیالی تاریخ میں یہ بیان سراسر بے بنیاد ہے کہ جن کتابوں کا نام پادری
صاحب نے لیا ہے اور دیگر بہت سی کتابیں جن کا ذکر انہوں نے بخوف طوالت
ترک کر دیا ہے یہ سب کتابیں عرب کے مسیحیوں کے پاس موجود تھیں یا کبھی انہوں
نے اُن کتابوں کا نام بھی سُنا تھا۔ پھر پادری صاحب کا دوسرا جھوٹ یہ ہے
کہ عرب کے مسیحی ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے تھے اور آپ کا
اُن کے ساتھ ہمیشہ میل جول رہتا تھا۔ مَیں اوپر ولیم میور کا قول نقل کر چکا ہوں
جو صریح الفاظ میں اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ ساری زندگی میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو مسیحیوں سے میل جول کرنے کا کبھی موقعہ نہیں ملا۔ سوائے ایک دو
دُور دراز کی مہموں کے اور ایک دو سفارتوں کے۔ پھر سب سے بڑا جھوٹ جو پادری
صاحب نے بولا ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن عرب کے بدعتی مسیحیوں
پر پورا اعتماد تھا اور جو کچھ آپ اُن سے سُنتے تھے اُسکو وحی الٰہی یقین کرتے تھے
جو حضرت مسیح علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اور اس لیئے اُس کو قرآن مجید میں داخل
کر لیتے تھے اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے مسیحیوں سے روزانہ
میل ملاپ رکھتے تھے اور یہ لوگ کثرت سے مکہ معظمہ میں آباد تھے پھر بھی کوئی عقلمند

ایک لمحہ کے لیئے یہ بات تسلیم نہیں کریگا کہ آپ کو ان جاہل اور بدعتی مسیحیوں پر اس قدر اعتماد تھا کہ جو کچھ آپ اُن کی زبان سے سُنتے تھے اسکو وحی الٰہی یقین کر کے قرآن شریف میں داخل کر لیتے تھے یہ ایک ایسا بیہودہ خیال ہے کہ ہر ایک عقلمند آدمی اس خیال پر ہنسیگا۔ خصوصاً جبکہ ایسا خیال ایک ایسے شخص کی نسبت کیا جاوے جسکی تعلیم یہ تھی۔ کفٰی بالمرءِ کذباً ان یحدث بکل ما سمع۔ یعنی اگر ایک شخص جو بات سنے اُسے لوگوں کے پاس بیان کرے تو یہی بات اُس کے جھوٹا ہونے کیلیئے کافی ہے اس تعلیم میں آپ اپنے پیرؤوں کو اس سے روکتے ہیں کہ وہ ہر ایک سنی سنائی بات لوگوں کے پاس بیان کرتے پھریں۔ کیونکہ ایسی سُنی ہوئی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اور اکثر ان میں سے جھوٹی نکلتی ہیں اور جو شخص ہر ایک سُنی ہوئی بات کو سچا سمجھ کر لوگوں کے پاس بیان کرتا ہے یہی امر اُس کو جھوٹا بنانے کے لیئے کافی ہے کیا ایسے شخص کی نسبت جو اس قسم کی تعلیم دیتا ہے یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اُس نے جو کچھ عرب کے جاہل مسیحیوں سے سُنا اُس کو خدا کا کلام سمجھ لیا۔ پھر جب ہم غور کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ کے مسیحیوں کو کس نظر سے دیکھتے تھے تو اس خیال کی لغویت اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔ کہ سورۂ فاتحہ کے آخر میں جو لفظ ضآلّین ہے اس سے کون لوگ مراد ہیں تو آپنے جواب دیا کہ نصاریٰ۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اُس زمانہ کے مسیحیوں کو ضالین یعنی سیدھے راستے سے بہکے ہوئے یقین کرتے تھے پھر ایسی صورت میں آپ ان پر کس طرح اعتماد کر سکتے تھے اور کس طرح اُن کے منہ کی باتوں کو خدا کا وہ کلام یقین کر سکتے تھے۔ جو انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام پر نازل ہوا۔ نیز ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل آیات قرآنی۔ جن سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ آپ مسیحیوں کو کس آنکھ سے دیکھتے تھے۔ ان آیات کے مطالعہ سے صاف طور پر ثابت ہو جائیگا کہ آپ کسی صورت میں اُن کی طرف کسی قسم کی رہنمائی کے لیئے رجوع نہیں کر سکتے تھے (۱) وَمِنَ الَّذِینَ قَالُوٓا اِنَّا نَصٰرٰٓی اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَهُمۡ

فَنَسُوْا حَظًّا كَثِيْرًا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ..... يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ؕ یعنی اُن لوگوں سے جو اپنے تئیں نصاریٰ کہتے ہیں ہم نے عہد لیا مگر جو تعلیم اُنکو دی گئی تھی اُس کا ایک بڑا حصّہ وہ بُھلا چکے ہیں .... اے اہل کتاب اب ہمارا رسول تمھارے پاس آیا ہے اور کتاب کے جن حصّوں کو تم چھپایا کرتے تھے اُن میں سے ایک حصّہ کو وہ بیان کرتا ہے اور ایک حصہ سے درگذر کرتا ہے (مائدہ - ۳) (۲) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ .... لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ..... قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ۔ (مائدہ - ۱۰) وہ لوگ منکر ہیں جو کہتے ہیں کہ خدا مسیح ابن مریم ہی ہے حالانکہ مسیح نے بنی اسرائیل کو یہ تعلیم دی تھی کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ جو میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی رب ہے ..... وہ لوگ منکر ہیں جو کہتے ہیں کہ تین میں سے تیسرا اللہ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں .... تو اہل کتاب کو کہہ کہ تم اپنے دین میں غلو نہ کرو اور تم اس قوم کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے گمراہ ہو چکی اور بہتوں کو گمراہ کیا اور خود سیدھی راہ سے بھول گئے (۳) فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ (مائدہ - ۷) پس ان (نصاریٰ) میں اُس وحی کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ تعالیٰ نے اُتاری ہے اور جو حق تیرے پاس آیا ہے اُس کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی مت کر (۴) وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝ اور اگر بعد اس کے کہ تیرے پاس علم پہنچ چکا ہے تو اُن (اہل کتاب) کی خواہشوں کی پیروی کرے تو تیرے لیئے اللہ تعالیٰ سے

بچانیوالا اور حامی کوئی نہ ہوگا (رعد۔ ۵) (۵) فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ۔ پس ہلاکت ہے اُن لوگوں کے لیئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (بقرہ۔ ۹) مندرجہ بالا آیات سے پادری صاحب کے اس بیان کی پورے طور پر تردید ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زمانہ کے مسیحیوں پر اس قدر اعتماد تھا کہ آپ اُنکی ہر ایک بات کو وحی الٰہی سمجھ کر قرآن مجید میں داخل کر لیتے تھے پادری صاحب کا خیال ایک اور وجہ سے بھی باطل ثابت ہوتا ہے یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ یہودی اور مسیحی دونوں قومیں اسلام کی مخالف تھیں اگر پادری صاحب کا یہ کہنا درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود اور نصاریٰ سے تعلیم حاصل کر کے اُس کو قرآن مجید میں داخل کر دیا اور پھر اُس کی نسبت یہ ظاہر کیا کہ یہ باتیں میں نے کسی انسان سے نہیں سیکھیں بلکہ یہ وحی الٰہی ہے جو بذریعہ جبرائیل مجھ پر نازل ہوئی۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہود و نصاریٰ باوجود مذہبی مخالفت کے خاموش بیٹھے رہے اور انہوں نے یہ ظاہر نہ کیا کہ جن باتوں کو یہ نبی وحی الٰہی ظاہر کرتا ہے یہ باتیں اس نے ہم سے سیکھ کر قرآن مجید میں داخل کر لی ہیں غرض یہود و نصاریٰ کا خاموش رہنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نزول وحی کی تردید نہ کرنا اس بات کا زبردست ثبوت ہے کہ آپ نے اُن لوگوں سے کسی قسم کی مدد حاصل نہیں کی تھی ورنہ کبھی ممکن نہ تھا کہ یہ لوگ باوجود مخالفت کے خاموش بیٹھے رہتے مسیحی صاحبان اکثر مندرجہ ذیل آیت کو اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کے شائع کرنے میں غیر مذاہب کے پیرووں سے امداد حاصل کی پیش کرتے ہیں۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ (نحل۔ ۱۴) اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں کہ وہ (مشرکین مکہ) کہتے ہیں کہ اُس کو ایک شخص تعلیم دیتا ہے مسیحی صاحبان کہتے ہیں کہ چونکہ قریش مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ شبہ کیا تھا کہ وہ مخفی طور پر ایک شخص سے مدد

لیتے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُنکے پاس کوئی ثبوت تھا جسکی بنا پر اُنہوں نے ایسا شبہ ظاہر کیا۔ اوّل تو یہ آیت کسی ایسی امداد کا ذکر نہیں کرتی جیسی کہ پادری صاحبان بیان کرتے ہیں کیونکہ پادری صاحبان کا تو یہ دعوےٰ ہے کہ قرآن شریف کے مضامین جمع کرنے میں دوسرے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کی مگر اس آیت میں کسی ایسی امداد کا ذکر نہیں۔ بلکہ اس جگہ مشرکین مکّہ کا جو قول نقل کیا گیا ہے اُسکا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبارت آرائی میں ایک اور شخص سے امداد لیتے ہیں۔ چنانچہ یہ بات ساتھ کی آیت سے واضح ہوجاتی ہے جس میں لکھا ہے لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ لیکن اگر مان بھی لیا جاوے کہ اس آیت کریمہ میں اُسی قسم کی امداد کا ذکر ہے جس کو پادری لوگ بیان کرتے ہیں پھر بھی آیت پادری صاحبان کے لئے بجائے مفید مطلب ہونیکے مضر اور نقصان رساں ہے کیونکہ پادری صاحبان کی تشریح کے مطابق اس سے مندرجہ ذیل نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسیحیوں یا یہودیوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی ظاہری میل جول نہ تھا بُت پرستان مکّہ نے یہ الزام نہیں لگایا کہ آپ قرآنی مضامین اُن یہود اور نصارےٰ سے حاصل کرتے ہیں جو مکّہ میں آکر آپ کی ملاقات کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مکّہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہود یا نصارےٰ کی کوئی آمد رفت نہ تھی۔ ثانیاً۔ اس آیت کریمہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ الزام لگانے والے نہ یہود تھے اور نہ نصارےٰ یعنی کسی یہودی یا نصرانی نے یہ نہیں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنسے قرآنی مضامین سیکھے ہیں۔ یہ الزام لگانے والے مکّہ کے بُت پرست تھے کیونکہ یہ قول مکّہ والوں کا ہے اور اگر یہودی یا مسیحی لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی مضامین سیکھے ہوتے تو وہ کبھی خاموش نہ رہتے کیونکہ جیسے مکّہ کے قریش اسلام کے مخالف تھے ایسا ہی یہود اور نصارےٰ اسلام کے مخالف تھے۔ ثالثاً۔ یہ آیت قرآنی صاف طور پر ظاہر کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت ہی گہری

واقفیت رکھنے والے اصحاب بھی اس بات سے بے خبر تھے کہ آپ کسی یہودی یا مسیحی سے مخفی طور پر مدد لیتے ہیں۔ آپنے برملا اس آیت میں اور ایسی ہی اور بہت سی آیات میں اس امر سے انکار کیا ہے کہ آپ قرآن کے بارہ میں کسی متنفس سے کوئی امداد لیتے ہیں اگر یہ الزام درست ہوتا اور اگر آپکے بعض اتباع کو اس بات کا علم ہوتا کہ آپ کسی غیر شخص سے کسی قسم کی امداد حاصل کرتے ہیں تو آپ کبھی اس زور کے ساتھ بار بار یہ اعلان نہ کرتے کہ آپ کسی یہودی یا مسیحی یا کسی اور شخص سے کسی قسم کی امداد نہیں لیتے پھر یہی نہیں کہ آپنے اپنی زبان سے انکار کیا بلکہ جن الفاظ میں یہ انکار پایا جاتا ہے انکو بھی آپنے وحی الٰہی ہی ظاہر کیا پس اگر آپنے کسی شخص سے مخفی یا ظاہر طور پر امداد حاصل کی ہوتی اور آپکے اتباع کو اس کا علم ہوتا تو وہ کبھی قرآن مجید کو خدائے تعالیٰ کا کلام یقین نہیں کر سکتے تھے مگر وہ آخر دم تک قرآن شریف کے ایک ایک لفظ کو خدائے تعالیٰ کا کلام یقین کرتے رہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انکو کبھی بھی شبہ نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی یہودی یا مسیحی سے مخفی طور پر امداد لیتے ہیں لیکن اگر آپ کسی سے امداد لیتے تو یہ امر کسی طرح آپکے صحابہؓ سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا۔ رابعاً۔ میور لکھتا ہے۔ کہ آیت مذکورہ میں جس بشر کا ذکر ہے وہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ تھے لیکن حضرت صہیبؓ کے حالات پر جب نظر کیجاوے۔ تو اس خیال کا بطلان عیاں ہو جاتا ہے میور خود اس کا حال مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ آلہ وسلم) کا ایک اور شاگرد جس کو آپنے سابق الروم کا خطاب دیا وہ صہیبؓ تھا۔ اس کا اصل وطن موصل یا اس کے قریب کسی گاؤں میں تھا اس کا باپ یا چچا ایک ایرانی حاکم تھا۔ رومیوں کی ایک جماعت نے اس ملک پر چھاپا مارا۔ اور اس لڑکے کو پکڑ کر ملک شام میں لے گئے۔ اس کے بعد بدوؤں کی ایک جماعت نے اسکو خریدا اور مکہ میں آکر بیچ دیا۔ مکہ کے جس رئیس نے اس کو خریدا۔ اس نے بعد ازاں اس کو آزاد کر دیا۔ صہیبؓ نے شہر مکہ میں تجارت شروع کر دی جس سے وہ

بہت بڑا مالدار آدمی ہو گیا۔ لیکن جب اس نے اسلام قبول کیا۔ اور اس کا سابق آقا بھی جو اس کی ہمیشہ حمایت و حفاظت کیا کرتا تھا۔ مر گیا۔ تو اس کو قریش مکہ نے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ اور جب مسلمانوں نے مدینہ کی طرف بھاگنا شروع کیا اس وقت قریش نے کوشش کی کہ صہیب کو روک لیا جاوے۔ مگر اس نے اپنا سارا مال دے کر اپنی رہائی حاصل کرنی چاہی۔ چونکہ وہ بڑا مالدار تھا اس کی دولت کو دیکھکر قریش لالچ میں آ گئے۔ اور انہوں نے اس کا سارا مال اس سے لیکر اُسکو آزاد کر دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا کہ صہیب رضؓ نے اپنی ساری دولت دیکر رہائی حاصل کی ہے تو آپنے فرمایا۔ ربح صہیب ربح صہیب یعنی صہیب نے اس تبادلہ سے بڑا نفع حاصل کیا ہے۔ (لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے یہ واقعہ اس غرض سے لکھا ہے کہ ناظرین کو معلوم ہو کہ اس شخص کا جس پر مخفی امداد دینے کا شک کیا گیا ہے۔ کیسا قوی ایمان تھا۔ کیا ایسے قوی الایمان انسان کی نسبت یہ گمان ہو سکتا ہے۔ کہ وہ مخفی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امداد دیا کرتا تھا اور جب آپ نے بذریعہ ایک آیت قرآنی اس قسم کی امداد سے انکار کیا۔ تو وہ پھر بھی مومن کا مومن ہی رہا۔ افسوس ہے پادری صاحبان کی سمجھ پر! پادری ٹسڈل کو یہ کہتے ہوئے سُن کر افسوس آتا ہے کہ چونکہ مکہ کے کفار نے مخفی امداد کا شبہ کیا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور کوئی شبہ کرنیکی وجہ ان کے پاس موجود تھی پادری صاحبان کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ صرف یہی ایک الزام نہیں تھا۔ جو آپ کے دشمن آپ کی طرف منسوب کرتے تھے وہ تو آپ کو ساحر بھی کہتے تھے کاہن بھی کہتے تھے مجنون بھی کہتے تھے مگر کوئی سمجھدار مسیحی یہ نہیں کہے گا۔ کہ ان کے یہ سب الزام درست تھے اور انہوں نے یہ الزامات بلا وجہ نہیں لگائے تھے۔ اگر دشمن کی بات کو پادری ٹسڈل صاحب اس قدر وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ان کے الزامات پر بڑے بڑے نتائج کی بنا ڈالتے ہیں۔ تو کیوں یہی قاعدہ اپنے گھر میں استعمال کر کے نہیں دیکھ لیتے تا ان پر اس قاعدے کا حسن و قبح بخوبی

واضح ہو جاوے حضرت مسیح علیہ السلام کے بھی ان کے ہم قوم و ہم وطن یہودی دشمن تھے اور ان یہودیوں نے بھی حضرت مسیح علیہ السلام پر کچھ الزام لگائے مثلاً وہ الزام جو حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت کے متعلق ہے کیا اب ہم پادری ٹسڈل صاحب کے قاعدے پر چلکر یہ کہیں کہ چونکہ شریر یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق ایسے الزام لگائے اس لیئے ان الزاموں کی ضرور کوئی اصلیت ہوگی۔ غرض یہ نہایت ہی ناپاک قاعدہ ہے کہ دشمن کے الزامات کو بطور حجت کے پیش کیا جاوے۔

مَیں یہاں ایک معزز مسیحی رسالہ کلکتہ ریویو میں سے ایک مسیحی کہانی نقل کرتا ہوں اس رسالہ کے اپریل ۱۹۰۲ء کے پرچہ میں یہ رائے ظاہر کی گئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شامی مسیحی اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ اور یہی وہ فرشتہ تھا۔ جو آپ کو الہام کیا کرتا تھا۔ اور جب آپ کو اس کی امداد کی ضرورت نہ رہی تو اس کو مخفی طور پر قتل کر دیا تا وہ راز کو افشا نہ کر دے۔ مجھے اس کہانی کی تردید کی ضرورت نہیں۔ مَیں نے یہ کہانی صرف بطور نمونہ کے درج کی ہے تا ناظرین کو معلوم ہو کہ کس قسم کے جھوٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شائع کیئے جاتے ہیں۔

احمدؐ کی پیشگوئی

پادری ٹسڈل ...... صرف ایسی ہی کہانیاں بیان نہیں کرتا جن کا کوئی تاریخی ثبوت اس کے پاس نہیں بلکہ وہ ایسی باتیں بھی بیان کرتا ہے جس سے اس کے ہوش و حواس کے متعلق بھی پڑھنے والے کو شک پیدا ہو جاتا ہے۔ جن آیاتِ قرآنی کا اس نے کھوج لگانے کی کوشش کی ہے۔ ان میں سے ایک بھی ہے وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ (الصف) پادری صاحب کہتے ہیں کہ احمد کا لفظ یوحنا کی یونانی انجیل سے لیا گیا ہے اور غلط فہمی سے فارقلیط کا ترجمہ احمد کیا گیا چنانچہ پادری صاحب لکھتے ہیں۔ " و اصل آں اشتباہ ہے کہ در قرآن یافت مے شود ایں است کہ اہل عرب معنی ایں لفظ (یعنی فارقلیط) را ندانستہ

گمان بردند کہ ترجمۂ آں احمد مے باشد اگرچہ ہر آئینہ معنئ آں لفظ یونانی تسلی دہندہ است اما لفظ دیگر در زباں یونانی ہست کہ در سمع اجنبیاں صدائش از صدائے پاراقلیطوس چنداں تفاوتے ندارد۔ یعنی پیری قلیطوس کہ معنئ آں لفظ بہ نہایت نامدار ویا بسیار ستودہ مے باشد و مے تواں گفت کہ شخصے از اہل عرب کہ زبان یونانی بخوبی ندانست ازاں سبب اشتباہ کردہ گمان برد کہ معنی پاراقلیطوس (یا فارقلیط) احمد است۔ یہ اشتباہ جو قرآن مجید میں پایا جاتا ہے اس کا اصل یہ ہے کہ اہل عرب کو چونکہ لفظ فارقلیط کے صحیح معنے معلوم نہ تھے۔ انہوں نے غلطی سے یہ گمان کیا۔ کہ اس کے معنے احمدؐ ہیں۔ حالانکہ اسکے صحیح معنے تسلی دینے والا ہیں۔ ہاں یونانی میں ایک اور لفظ ہے جسکی آواز ایک اجنبی کے کان میں پاراقلیطوس (فارقلیط) کی آواز سے مشابہ ہے یعنی پری قلیطوس جسکے معنے ہیں نامدار یا بہت تعریف کیا گیا۔ اور کہا جاسکتا ہے۔ کہ اہل عرب میں سے کسی شخص نے جو یونانی سے اچھی طرح واقف نہ تھا۔ اس مشابہت کی وجہ سے گمان کیا۔ کہ لفظ پاراقلیطوس (فارقلیط) کے معنے احمدؐ ہیں۔

اس طرح پادری صاحب کے خیال کے بموجب لفظ احمدؐ جو قرآن شریف میں ہے یہ یونانی لفظ پاراقلیطوس کا غلط ترجمہ ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس یونانی لفظ کا کس طرح علم ہوا۔ اس سوال کا جواب پادری صاحب یہ دیتے ہیں کہ اہل عرب معنے ایں لفظ پاراقلیطوس (فارقلیط) را ندانستہ گمان بردند کہ ترجمہ آں احمدؐ مے باشد۔ یعنی یونانی میں دو لفظ ہیں۔ جن کی آواز ملتی جلتی ہے۔ ایک کے معنے تسلی دینے والا اور دوسرے کے معنے نہایت تعریف کیا گیا یعنی احمدؐ ہیں۔ چونکہ اہل عرب یونانی زبان اچھی طرح نہیں جانتے تھے اس لیئے انہوں نے غلطی سے پاراقلیطوس (فارقلیط) کے معنی احمدؐ سمجھ لیئے حالانکہ پیری قلیطوس کے معنے احمدؐ کے ہیں بے شک اگر ایسا ہوا تو اس سے پایا جاتا ہے کہ اہل عرب یونانی کو پوری طرح نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیئے ایک لفظ کے معنے وہ سمجھ لیئے

جو دوسرے ہم آواز لفظ کے معنے تھے۔ مگر اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے۔ کہ وہ اس زبان سے بالکل بے خبر بھی نہ تھے۔ اُن کو یونانی زبان کا اس قدر علم تھا۔ کہ اگرچہ وہ پاراقلیطوس کے معنے اتفاقاً نہیں جانتے تھے مگر انکو اس کے ہم آواز لفظ پیری قلیطوس کے معنے ضرور آتے تھے اسی لیئے تو انکو غلطی لگی۔ غلطی لگنے کے لیئے بھی تو کسی قدر علم کی ضرورت تھی۔ اور جن کو یونانی زبان کا اس قدر علم تھا۔ کہ وہ پیری قلیطوس جیسے مشکل لفظ کے معنی جانتے تھے اور انکو معلوم تھا۔ کہ اس لفظ کے معنے احمدؐ ہیں۔ وہ لوگ یقیناً یونانی زبان میں خاصی مہارت رکھتے ہونگے۔ اگرچہ وہ اس زبان میں کامل مہارت نہ رکھتے ہوں اور یہ یونانی دان عرب ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو بھی ہونگے۔ تب ہی تو انہوں نے آپ کو یہ بتلایا کہ لوقا کی یونانی انجیل میں آپ کی آمد کی پیشگوئی ہے اور اس میں ایک فارقلیط یعنی احمدؐ کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ اور آپکے یہ پیرو ضرور مکہ کے رہنے والے تھے۔ کیونکہ یہ مکی آیت ہے۔ تعجب ہے۔ کہ خود عرب کے مسیحی تو ایسے جاہل ہوں۔ کہ اناجیل اربعہ سے قریباً بے خبر ہوں۔ اور مکہ کے مسلمان یونانی زبان میں بھی خاصی مہارت رکھتے ہوں۔ اور لوقا کی یونانی انجیل سے بھی آگاہی رکھتے ہوں مگر ناظرین پادری صاحب کی اس تحقیق سے تعجب نہ کریں۔ ایک یونانی کیا۔ آپ تو کئی زبانوں میں لکھی ہوئی ایک کثیر تعداد کتابوں کا نام لیتے ہیں۔ جو آپ کے نزدیک اسلام کے سرچشموں میں داخل ہیں۔ اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں تھیں۔ جن کا ذکر وہ بخوف طوالت چھوڑ گئے ہیں۔ جو انکے نزدیک اسلام کے ینابیع میں شامل ہیں۔ اگر پادری صاحب کی تحقیق کی پیروی کی جائے۔ تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ یہ سب کتابیں جو دنیا کی مختلف زبانوں میں لکھی ہوئی ہیں مکہ میں موجود تھیں۔ کیونکہ جن تعالیم کا وہ ان کتابوں میں کھوج لگاتے ہیں۔ وہ اکثر مکی تعالیم ہیں۔ گویا مکہ میں ایک عظیم الشان لائبریری تھی جس میں لاطینی۔ یونانی۔ عبرانی۔ قدیم مصری۔ حبشی ارمنی۔ بابلی۔ قدیم ایرانی۔ سنسکرت وغیرہ زبانوں کے قلمی نسخوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا اور ایک وہاں میوزیم بھی تھا۔ جہاں بابل کے قدیمی کتبے بھی رکھے ہوئے تھے

اور ایک باقاعدہ محکمہ تھا جہاں اِن مختلف زبانوں کے ماہر اِن کتابوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے عربی میں ترجمہ کرتے رہتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن مختلف مذاہب اور مختلف زبانوں کی کتابوں میں سے انتخاب کرکے ایک کتاب تیار کی جس کا نام قرآن مجید ہے اس صورت کے سوا اور کوئی صورت ایسی خیال میں نہیں آسکتی کہ آپ نے ان کثیر التعداد کتابوں سے جنکا ذکر پادری صاحب کرتے ہیں۔ اور جو دنیا کی مختلف مردہ زبانوں میں لکھی ہوئی ہیں قرآنی مضامین اخذ کیئے ہوں۔

پادری ٹسڈل کی اختلاف بیانی

تعجب ہے کہ پادری صاحب ایک طرف تو عرب کے عیسائیوں کو عہد نامہ جدید کی کتابوں سے محض جاہل اور لاعلم تبلاتے ہیں اور دوسری طرف آپکی تحقیقات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عہد نامہ جدید سے پوری پوری واقفیت رکھتے تھے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیمات کو پادری صاحب نے نئے عہد نامہ کی عبارات میں تلاش کیا ہے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عبارتیں جن کا پادری صاحب نے حوالہ دیا ہے واقعی عرب کے عیسائیوں ہی سے سیکھی تھیں تو اس سے لازمی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عرب کے عیسائی عہد نامہ جدید کے مضامین سے بخوبی آگاہی رکھتے تھے۔

اس بات کو واضح کرنے کیلئے ذیل میں ہم وہ عبارتیں بھی نقل کر دیتے ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بزعم پادری صاحب عہد نامہ جدید سے اخذ کیا۔ من جملہ اُن کے ایک حوالہ مصنف نے مکاشفات باب ۱۹ درس ۷ سے ۹ کا دیا ہے جو حسب ذیل ہے " آؤ ہم خوشی و خورمی کریں اور اُس کو عزت دیویں اس لیئے کہ برّے کا بیاہ آپہنچا اور اُس کی دُلھن نے آپ کو سنوارا ہے " یہ عبارت ہے جس کی بنا پر معزز مصنف کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی کہ

آخری دنوں میں مسیح چالیس سال تک زمین پر رہے گا اور شادی کرے گا۔

دوسرا حوالہ پادری جی نے اس عبارت کا دیا ہے "اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گذر جانا اس سے آسان ہے کہ ایک دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو (متی ۱۹-۲۴)

اور تیسرا حوالہ پادری صاحب نے قرنتیوں کی طرف پولوس کے پہلے خط سے دیا ہے

اب اگر یہ درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ بالا اور اس قسم کی دیگر عبارات مسیحی صحیفوں سے اخذ کیں تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلانیوالے عیسائی بھی اِن کتابوں سے اچھی طرح واقفیت رکھتے تھے۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ عرب کے مسیحی ان کتابوں سے ایسی گہری واقفیت نہیں رکھتے تھے کہ اس قسم کے فقرے اُن کو نوک زبان یاد ہوتے یا کتابوں کو کھولکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھکر سناتے۔ اور اس امر کو مسیحی پادری بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن تعلیمات کو اُن سے نہیں سیکھا۔

مسیح کی آمد ثانی

اُن تعلیمات میں سے ایک مسیح کی آمد ثانی کے متعلق پیشین گوئی بھی ہے جو کہ بقول پادری صاحب کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں سے سیکھی لیکن انہیں یہ ایک صریحًا دھوکا لگا ہوا ہے۔ کیونکہ اس پیشین گوئی کے اندر ۔۔۔۔ بہت سی ایسی شہادتیں موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی مسیحیوں سے اخذ نہیں کی گئی بلکہ بذریعہ وحی الٰہی شائع کی گئی۔ پہلی شہادت تو پیشین گوئی کے وہ الفاظ ہیں جن میں لکھا ہے کہ مسیح ثانی صلیبی مذہب کے غلبے کے زمانے میں مبعوث ہوگا اور اس کا پہلا اور اہم کام یہ ہوگا کہ وہ صلیب کو توڑے (یکسر الصلیب) یہی ایک بات کافی طور سے ظاہر کرتی ہے کہ پیشین گوئی عیسائیوں سے نہیں لی گئی۔ دوسری اندرونی شہادت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح ثانی کی نسبت **امامکم منکم** فرمایا یعنی وہ ایک امام ہوگا جو تم ہی میں سے ہوگا۔ (دیکھو صحیح بخاری) اس قسم کی پیشگوئی یقینًا ایک عیسائی نہیں کرسکتا کہ مسیح ثانی مسلمانوں میں سے مبعوث ہوگا اور صلیبی مذہب کو پاش پاش کردیگا۔ سوئم یہ کہ مسیح ثانی کی آمد کے

متعلق نہ صرف یہی پیشین گویاں ہیں جو کہ مسیحی صاحبان کے مذاق کے برخلاف ہیں بلکہ وہ پیشین گویاں بھی موجود ہیں جو کہ پادری صاحبان کے خواب و خیال میں بھی نہ گذری ہوں مثلاً مسیح ثانی کی آمد کے نشانات میں سے ایک نشان یہ بھی ہے کہ اُس کے وقت میں ایک ایسی سواری نکلے گی جس کے سبب سے اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔ یُترک القلاص فلا یسعیٰ علیھا پیشین گوئی کے اصل الفاظ ہیں جس کے معنے یہ ہیں کہ اونٹ ترک کیئے جائیں گے اور اُنپر کوئی سواری نہ کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری دنوں کے موعود کے متعلق یہ ایک نشان بتلایا ہے جس کے پورا ہو جانے پر تمام دنیا گواہ ہے۔ اور وہ نئی سواری خود عرب میں بھی جو کہ اونٹوں کی سرزمین ہے جا پہنچی ہے۔ یہ پیشگوئی ایک اصلی اور سچی پیشگوئی ہے یہودیوں یا عیسائیوں سے اس کا صادر ہونا کسی طرح سے بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور ہر ایک انصاف پسند انسان کو ماننا پڑتا ہی کہ اس کی خبر دینے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور جس صفائی سے یہ پیشگوئی پوری ہو گئی ہے اُس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ مخبر صادق ایک سچے نبی تھے صلی اللہ علیہ وسلم۔

مسیح موعودؑ کے متعلق اُسی پاک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے یتزوج و یُولدُ لہٗ۔ یعنی وہ شادی کرے گا اور اُس کے ہاں اولاد پیدا ہو گی لیکن کسی عیسائی نے کبھی یہ یقین نہیں کیا کہ مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آکر شادی کرے گا اور اس کے ہاں اولاد ہو گی۔ یہ امر بدیہی ہے کہ وہ شخص جس کے متعلق مندرجہ بالا پیشین گوئی ہے وہ وہی مسیح نہیں ہے جو عوام کے خیال میں اپنے جسم عنصری کے ساتھ دوسرے آسمان پر اُنیس سو (۱۹۰۰) سال سے اب تک بیٹھا ہوا ہے۔ کیونکہ ۱۹۰۰ سال کا بوڑھا آدمی کب شادی کے لائق ہو سکتا ہے خاصکر وہ جس نے کہ اپنی جوانی کے ایام میں بھی شادی کرنے سے پرہیز کیا ہو۔ یہ پیشگوئی صریحاً کسی دوسرے شخص کے متعلق ہے جو کہ روحانی طور سے مسیح ناصری کا اُسی طرح مثیل ہو۔ جیسا کہ یحییٰ علیہ السلام الیاس علیہ السلام کے مثیل تھے۔ مجھے اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ پیشین گوئی قادیانی احمدؑ کے

ظاہر ہونے سے پوری ہو چکی ہے جو عین اپنے وقت پر اُن تمام نشانوں کے ساتھ آیا جن کی خبر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سو برس پہلے دی تھی۔ الغرض اس سے زیادہ کوئی ثابت شدہ امر نہیں ہو سکتا کہ یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتائی گئی تھی یہودیوں یا عیسائیوں سے نہیں سیکھی گئی۔ اور یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک بیّن ثبوت ہے۔ کاش کہ لوگ سمجھیں۔

بنت عمران اُن لوگوں کی جہالت پر تعجب آتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ افترا باندھتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ مسیحؑ کی ماں مریم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ سمجھتے تھے۔ حالانکہ قرآن شریف سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانوں میں بہت بڑا بُعد تھا۔ پھر بھی بکے جاتے ہیں کہ وہ مقدس نبی فداہ امی و ابی حضرت مسیحؑ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھانجا خیال کرتے تھے۔ کیسی بیہودگی ہے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ غلط فہمی غالباً یہودیوں کی اس کہانی سے پیدا ہوئی کہ " ملک الموت بروئے تسلط نیافت بلکہ او ببوسہ الٰہی وفات یافت و کرم و خراطین بروئے مسلط نگشت" یعنی ملک الموت حضرت موسیٰؑ کی ہمشیرہ مریم پر کوئی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ وہ خداوند کے بوسے سے مر گئی اور کوئی کیڑا اس کے جسم کو چھو نہیں سکتا۔ اس کہانی سے پادری صاحب نے خیال کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسیحؑ کی ماں مریم کو وہی مریم سمجھتے تھے جس پر ملک الموت کوئی طاقت نہیں رکھتا تھا اور وہی عیسوی سن تک مسیح کی ماں بننے کے لیئے زندہ رہی۔ یہ ایسی لغو اور بیہودہ بات ہے کہ اس پر کچھ لکھنے کی بھی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ گویا عیسائیوں کے خیال فاسد میں وہ مقدس نبیؐ اتنا بھی نہ جانتا تھا کہ ایک سے زیادہ آدمیوں کا ایک ہی نام ... ہو سکتا ہے ...... اور جب آپ نے حضرت عیسیٰؑ کی ماں کا نام مریم سنا اور پھر وہی نام حضرت موسیٰؑ کی ہمشیرہ کا سُنا۔ تو آپ اس دقیق سوال کو سوائے یہ فرض کرنیکے حل ہی نہ کر سکے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ مریم ہی عیسوی سن تک زندہ رہی ہوگی۔ لیکن آپ نے اُس مریم کے متعلق کیا خیال کیا جو عیسائیوں کے بادشاہ مقوقس نے آپ کی طرف بھیجی تھی کیا یہی کہ وہ بھی موسیٰ ہی کی ہمشیرہ تھی جو کہ آپکے زمانہ تک زندہ رہی۔ ؟ حقیقت میں جو جہالت

یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا چاہتے ہیں انہی پر اُلٹ پڑتی ہے۔ جن آیات کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ خیال منسوب کیا جاتا ہے وہ ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔ سورہ مریم میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ پاک بچے کی پیدائش کے بعد لوگوں نے مریم کے پاس آکر یہ کہا یٰاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا یعنی اے ہارون کی بہن! تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ ہی تیری ماں بدچلن تھی۔ اور دیگر مواقع میں مریم کو عمران کی بیٹی کرکے پکارا گیا ہے۔ ان آیات سے مسیحی معترضین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابن مریم کو حضرت موسیٰ برادر ہارون کی ہمشیرہ خیال کرتے تھے۔

مسیحی معترض اسلام کے ساتھ اسقدر تعصب رکھتے ہیں کہ وہ قرآن شریف پر اعتراض کرتے وقت اپنے صحیفوں کو بھی بھول جاتے ہیں۔ جو کچھ منہ میں آیا کہدیا۔ کون پوچھتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے کا تھوڑا ہی خوف ہے۔ افسوس کہ وہ تعصب کو دور کرکے اعتراض کرتے وقت ذرا اپنی کتابوں پر بھی نظر کر لیتے تو یہ جہالت اُنسے ظاہر نہ ہوتی۔ اگر "بنت عمران" اور "اخت ہارون" کے محاورات واقعی اعتراض کے نیچے آسکتے ہیں۔ تو اس قسم کے محاورات انجیلوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ متی باب ۱ ورس ۲۰ میں لکھا ہے "دیکھو خداوند کے ایک فرشتہ نے اُسپر خواب میں ظاہر ہوکے کہا اے یوسف ابن داؤد" الخ اسی انجیل کے باب ۹ ورس ۲۷ میں ہے "اور جب یسوع وہاں سے روانہ ہوا دو اندھے اُس کے پیچھے پکارتے اور یہ کہتے آئے کہ اے ابن داؤد ہم پر رحم کر" "اور ساری بھیڑ دنگ ہوگئی اور کہنے لگی۔ کیا یہ داؤد کا بیٹا نہیں" (متی باب ۱۲ آیت ۲۳) اس قسم کے اور بہت سے حوالے دیئے جاسکتے ہیں لیکن مندرجہ بالا ہی کافی ہونگے۔

اب مسیحی صاحبان اُس شخص کے متعلق کیا خیال کرتے ہیں جو اِن حوالوں کی بنا پر انجیلوں کے مصنفوں کو کذب یا غلط بیانی کے ساتھ متہم کرے کہ انہوں نے داؤد علیہ السلام کو یوسف نجار اور حضرت مسیح علیہ السلام کا باپ ٹھہرا کر اِن دونوں کو سگے بھائی بنا دیا۔ غالباً اسیر

معترض کو عیسائی احمق ہی کہیں گے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ اُن لوگوں نے مسیحؑ کو ابن داؤد اس لیئے نہیں پکارا تھا کہ وہ درحقیقت حضرت داؤد علیہ السلام ہی کے بیٹے تھے بلکہ انمیں یہ رواج تھا کہ وہ ایک بزرگ مورث اعلیٰ کی اولاد کو اُسی کے نام پر پکارتے تھے۔ یعنی اگر کسی کو مخاطب کرنا ہو تو اس کے اصلی نام سے نہیں بلکہ اس کے خاندان کے عظیم الشان بزرگ کا نام لیکر مخاطب کرتے تھے۔ فلاں ابن فلاں۔ یا اختِ فلاں۔ پس اسی رسم و رواج کے مطابق مریمؑ کو بھی بنتِ عمران اور اختِ ہارون ۔۔۔۔۔ کہا گیا ہے اگر ابن داؤد کی اصطلاح پر جبکہ اُس سے مراد مسیح علیہ السلام ذیوسف نجار ہوں اعتراض کرنا حماقت ہے تو ویسے ہی بنت عمران اور اختِ ہارون کی اصطلاحات پر جبکہ اُس سے مراد مریم والدہ حضرت مسیحؑ ہی ہے اعتراض کرنا سخت درجے کی حماقت ہے جب اُن لوگوں نے مریم علیہا السلام کو۔ بنتِ عمران اور اخت ہارون سے موسوم کیا تو صرف رسم و رواج کی پیروی کی۔ گناہ کونسا کیا۔ قرآن شریف کے متعلق یونہی کہتے جانا کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں مریمؑ کو وہی مریم سمجھا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن تھی اور اس طرح اِن دو مریم کو خلط ملط کردیا ہے۔ یہ اُسی طرح کی جہالت اور بے وقوفی ہے جس طرح انجیل کے متعلق یہ کہنا کہ اس نے مریم کے خاوند یوسف کو اور مریم کے بیٹے کو داؤد علیہ السلام کے بیٹے ٹھہرایا ہے کیونکہ مریم کے خاوند یوسف اور مسیح علیہ السلام دونوں کو ابن داؤد کہا ہے۔ اگرچہ تمام مسیحی معترضوں نے بنتِ عمرانؑ اختِ ہارون کی اصطلاحات پر اندھا دھند اعتراضات کردیئے ہیں تاہم بعض نے انکے اصلی اور صحیح معنوں کی طرف بھی توجہ کی ہے۔ چنانچہ راڈول صاحب اپنے قرآن شریف کے انگریزی ترجمہ کے صفحہ ۱۱۳ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں "اگر ہارون سے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا بھائی مراد ہو تو مریم اُس کی ہمشیرہ کہی جاسکتی ہے یا تو اس لیئے کہ وہ لاوی قوم سے تھی یا مقابلہ کے طور پر"۔ لیکن اگر ہم فرض بھی کرلیں کہ قرآن شریف میں واقعی طور پر یہی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے والد کا نام عمران اور اُن کے بھائی کا نام ہارون تھا۔ پھر بھی پادری صاحبان کو کوئی حق نہیں کہ اعتراض کریں کیا اُن کے نزدیک دنیا میں ایک ہی

عمران گذرا ہے اور ایک ہی ہارون - پادری صاحبان کو خود حقیقی طور پر کوئی علم نہیں کہ حضرت مریم کے والد یا والدہ کا کیا نام تھا - ایسی صورت میں انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ قرآن شریف کے الفاظ پر اعتراض کریں خواہ انکے معانی بالکل ظاہر پر ہی محمول کیئے جائیں ہاں اُس حالت میں انہیں اعتراض کرنے کا حق ہو سکتا ہے جب وہ یہ ثابت کر دکھلائیں کہ یہودیوں میں صرف ایک ہی عمران تھا اور صرف ایک ہی ہارون تھا جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کے رشتہ دار تھے - جبکہ وہ اس بات کو ثابت نہیں کر سکتے اور جبکہ وہ خود بھی مریم علیہا السلام کی ولدیت سے ناواقف ہیں اور جبکہ ہارون اور عمران کے نام یہودیوں میں عام تھے تو کیا ان الفاظ کے استعمال پر اعتراض کرنا حماقت نہیں خواہ انکے وہی معنے لیئے جائیں جو عیسائی صاحبان لیتے ہیں؟ انجیلوں میں تو آیا ہے " اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا جو شوہر مریم تھا جس سے یسوع جو مسیح کہلاتا ہے پیدا ہوا۔" (متی باب ۱ درس ۱۶) اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت مریمؑ یوسف بن یعقوب کی بیوی تھیں - تو کیا ہم اس سے یہ نتیجہ نکال لیں کہ وہی یوسف مریم کا خاوند تھا جو کنوئیں میں ڈالا گیا اور مصر میں فروخت کیا گیا - خاصکر جبکہ اس نتیجے کو مضبوط کرنیکے لیئے انجیل میں اُس کو یعقوب کا بیٹا بھی کہا گیا ہے - اگر مندرجہ بالا صریح درس سے یہ مناسب نتیجہ نکالنا بے وقوفی ہے تو یہ بھی بے وقوفی ہے کہ جہاں کہیں کسی باپ بیٹے کے نام عمران اور ہارون ہو تو اُن سے وہی عمران اور ہارون مراد لیئے جاویں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رشتہ دار تھے مندرجہ بالا درس میں جو یوسف اور یعقوب دو نام بیٹے اور باپکے لیئے آئے ہیں جب اُس سے مراد وہ یعقوب اور یوسف نہیں جو ابراہیم علیہ السلام کا پوتا اور پڑپوتا تھے تو کیا اگر قرآن شریف کے الفاظ کو ظاہری معانی پر بھی حمل کیا جاوے تو انپر اعتراض کرنا ایک احمقانہ حرکت نہیں؟ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اوّل تو جب حضرت مریمؑ کو قرآن مجید میں اختِ ہارون اور بنتِ عمران کہا گیا ہے تو یہ اُس رواج کے مطابق ہے جو یہودیوں میں بلکہ بعض دوسری قوموں میں بھی عام طور پر پایا جاتا ہے کہ اولاد کو اُنکے بزرگ کے نام پر پکارا جاتا ہے اسی محاورہ کے مطابق اناجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام اور

یوسف نجار کو ابن داؤد کر کے پکارا گیا ہے۔ دوم اگر مان بھی لیا جاوے کہ قرآن شریف واقعی اور ظاہری طور پر حضرت مریم کے باپ کا نام عمران اور آپ کے بھائی کا نام ہارون رکھتا ہے تو بھی پادری صاحبان کا اعتراض محض بیہودہ ہے کیونکہ بنی اسرائیل میں کئی ایسے لوگ گذرے ہیں جن کا نام عمران اور ہارون تھا پھر پادری صاحبان کیوں اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کے باپ اور بھائی کا نام عمران اور ہارون نہیں ہو سکتا خصوصاً جب اُنکو خود یہ معلوم نہیں کہ اُن کے باپ اور بھائی کا کیا نام تھا۔ اینسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کی جلد ۱۵ کے صفحہ ۳۹۰ پر لکھا ہے "مریم کی ولدیت کے متعلق پہلی صدی کی کسی تاریخی کتاب میں کچھ ذکر نہیں ہے اور جو شجرۂ نسب لوقا نے دیا ہے وہ صریحاً یوسف کا ہے"۔

مسیحی اعتراض کی بیہودگی جو مفصل طور سے واضح کی گئی ہے ناظرین دیکھ چکے ہیں۔ تعجب ہے کہ قریباً تمام کے تمام عیسائی مصنّف اِس مضمون کے متعلق اُسی قابل افسوس غلطی میں پڑے ہیں۔ اس سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ اسلام کے متعلق اُن کے اعتراضوں کی کیا اصلیت ہوتی ہے۔ وہ صاحب لیاقت بھی ہوتے ہیں۔ لیکن اسلام کے متعلق بچوں کی سی باتیں کہدیتے ہیں۔ آگا پیچھا نہیں سوچتے۔

اطلاع

(۱) اسوقت مردم شماری کا کام گورنمنٹ کی طرف سے جاری ہے۔ اس موقع پر احمدی احباب کو خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ اپنی قومیت لکھانے وقت اپنے آپ کو احمدی فرقہ میں لکھاویں۔

(۲) بعض جگہ سے احباب صدر مقام قادیان سے واعظ یا لکچرار سالانہ جلسوں پر بلا بھیجتے ہیں۔ مگر ساتھ انکو اخراجات سفر نہیں بھیجے جاتے۔ جو صدر انجمن کو برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ اس قسم کا خرچ مل ملا کر صدر انجمن پر ایک معقول بوجھ پڑ جاتا ہے۔ اسلیئے انجمنوں کی آگاہی کیلیئے لکھا جاتا ہے۔ کہ جو احباب جسقدر واعظ یا لکچرار صدر مقام قادیان سے بلاویں۔ انکا خرچ آمد و رفت ادا کرنا چاہیئے۔ اور وہ کوشش کریں کہ یہ رقم مقامی چندہ یا یکمشت چندہ سے ادا ہو۔

محمد علی
سکرٹری

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ

سالانہ جلسہ:۔ سالانہ جلسہ کے متعلق یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ اس سال دسمبر کی تعطیلات میں ہو اور غالباً ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر اسکی تاریخیں ہونگی۔ گو مارچ کا مہینہ کُھلا موسم تھا مگر ایک تو ان دنوں میں طاعون کی شکایت بڑھ جاتی ہے۔ اور اس لئے بعض اوقات انتظام میں بھی مشکلات پیش آتی ہیں جیسا کہ گذشتہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ہوا اور دوسرے ایسٹر کی تعطیلات کے دن جن میں جلسہ کیا جاتا ہے صرف چار دن ہوتے ہیں اور احباب کو کافی طور پر ٹھہرنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ لہٰذا ان اور بعض دیگر وجوہات کی بنا پر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ سالانہ جلسہ مثل سابق دسمبر میں ہی ہوتا رہے ریل کے کرایہ میں رعایت کا سوال ایسا ہے کہ اس کا فیصلہ حکام ریلوے کے ہاتھ میں ہے۔ حسب معمول درخواست بھیجدی گئی ہے اگر کچھ رعایت مل گئی تو احباب کو اطلاع دیدی جاوے گی۔ اخراجات جلسہ کے پورا کرنیکے لئے انجمنہائے احمدیہ کو تحریک کی گئی ہے۔ مگر چونکہ بہت سے احباب ایسے مقامات پر ہیں جہاں باقاعدہ انجمنیں نہیں اور ایسا ہی بہت سے مقامات پر چھوٹی چھوٹی جماعتیں ہیں۔ ان سب کی خدمت میں یہ التماس ہے کہ ان اخراجات کے پورا کرنیکے لئے عملی طور پر اس چندہ میں حصہ لیکر وہ بھی مستحق ثواب ہوں۔ جس چٹھی کے ذریعہ انجمنہائے احمدیہ کو اخراجات جلسہ کے چندہ کے لئے تحریک کی گئی ہے اس کا ایک حصہ تمام احباب کی اطلاع کے لئے یہاں بھی درج کیا جاتا ہے

"جلسہ کے اخراجات کا سوال ایک اہم سوال ہے۔ لنگر خانہ جہاں سے یہ خرچ ہونا چاہئے پہلے خود مقروض ہے اور اس دفعہ اس کے مقروض ہونے کی وجہ گذشتہ سال کے جلسہ کے اخراجات ہی ہیں۔ اخراجات جلسہ کو پورا کرنیکے لئے دو سال سے صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے چند تجاویز احباب کے سامنے پیش کی جاتی رہی ہیں۔ اور گو پہلے سال میں ان تجاویز پر عملدرآمد ہو کر خاطر خواہ چندہ اخراجات جلسہ کو پورا کرنیکے لئے ہو گیا تھا مگر پچھلے جلسہ میں باوجودیکہ تھوڑے ایام جلسہ رہنے کی وجہ سے اخراجات بھی نسبتاً کم تھے مگر اخراجات سے نصف رقم بھی وصول نہ ہوئی۔ اور لنگر خانہ

ایک ہزار کا مقروض ہوگیا۔ اب کم ازکم تین ہزار روپے کی ضرورت اس دفعہ جلسہ سالانہ کے اخراجات کو پورا کرنیکے لیئے ہوگی۔ کیونکہ جلسہ زیادہ دنوں تک رہیگا۔ پہلے سالوں میں تین تجاویز عموماً پیش کیجاتی رہی ہیں۔ یعنی اول یہ کہ انجمنیں اپنی اپنی مقامی ضروریات سے ایک رقم وضع کرکے دیں۔ دوسرے یہ کہ ہر ایک صاحب جو جلسہ میں تشریف لاویں کم ازکم ایک روپیہ اخراجات جلسہ کے لیئے دیں تیسرے یہ کہ ریل کے کرایہ میں جس قدر تخفیف ہو وہ رقم ادھر دیدی جاوے۔ یہ آخری رقم اگر گذشتہ سالوں میں انجمن کو پوری ملتی رہتی تو غالباً باقی دو ذرائع سے چندہ جمع کرنیکی ضرورت نہ رہتی مگر اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی گئی۔ اس سال چونکہ جلسہ دسمبر میں ہی بہت کم امید ہے کہ کرایہ کی کوئی رعایت ملے اس۔ لیئے اس ذریعہ آمد کو تو اب خود ہی چھوڑنا پڑا۔ ایک روپیہ فی کس والی تجویز بھی نہایت عمدہ تھی مگر اس پر عین ایام جلسہ میں صدر انجمن کی طرف سے عملدرآمد کرانیکی کوشش کرنا نامناسب ہے اور احباب کو خود بعض دیگر ضروریات یہاں آکر معلوم ہوتا ہے کہ ایسا مجبور کرتی ہیں کہ وہ یہ حصہ نہیں نکال سکتے پس صرف ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے یعنی یہ کہ انجمنیں اور احباب قبل از وقت ان اخراجات کے پورا کرنیکی فکر کریں۔

سالانہ جلسہ یا ساری قوم کا سالانہ اجتماع قومی ضروریات میں اول درجہ پر ہے اور جب اجتماع ضروری ہے تو لازماً اس کے لیئے انتظام کرنا بھی سب سے مقدم کام ہے۔ ایسے موقعوں پر جو لوگ اپنے دنیوی کاموں کے لیئے جمع ہوتے ہیں یا پولٹیکل اغراض کے لیئے یا سوشل یا تعلیمی اغراض کے لیئے انکو بھی ان اخراجات کا حصہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ پس جن لوگوں کا اجتماع محض دین کے لیئے اور خدا کے لیئے ہے وہ جو کچھ بھی ان اخراجات کے پورا کرنیکے لیئے دیں گے وہ کسی طرح رائگاں نہیں جاتا بلکہ انفاق فی سبیل اللہ میں داخل ہے اور گو وہ اپنے اخراجات کیلیئے ہی دیں مگر چونکہ یہ سارا کام محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیئے ہے اس لیئے وہ مستحق ثواب بھی ہیں۔ اب بحساب اوسط ہر ایک مہمان کو پانچ چھ یوم بھی یہاں ٹھہرنا پڑے اور میری رائے میں اس قدر ضرور ٹھہرنا چاہیئے تاکہ احباب کچھ نہ کچھ حضرت خلیفۃ المسیح کے فیض صحبت اور مواعظ حسنہ سے متمتع ہوسکیں۔ اور سلسلہ کے کاروبار

میں بھی حصّہ لے سکیں۔ تو اس قدر عرصہ کیلئے فی کس دو روپے خرچ خوراک اور دیگر متفرق اخراجات مثلاً مکان کے انتظام روشنی پانی کے انتظام یا بٹالہ میں انتظام باربرداری کے لیئے کچھ زیادہ اندازہ نہیں ہے۔ اس سے میرا یہ ہرگز منشا نہیں ہے کہ دوسرے مجمعوں کی طرح کوئی ٹکٹ داخلہ ہمیں تجویز کرنا چاہیئے۔ بلکہ اندازہ کے طور پر اگر ہر ایک شامل ہونیوالا اسقدر رقم ادا کرے تو اخراجات جلسہ آسانی سے پورے ہو سکتے ہیں لیکن ہماری جلسوں میں کوئی پابندی ایسی نہ ہو سکتی ہے اور نہ ہونی چاہیئے کیونکہ بہت سے غربا اور غیر مستطیع لوگ بھی شامل ہوتے ہیں اور بہت سے غیر احمدی بھی تشریف لاتے ہیں پس اس لحاظ سے مَیں جملہ انجمنہائے احمدیہ بلکہ سب احمدی احباب کی خدمت میں یہ درخواست پیش کرتا ہوں کہ اندازاً اس لحاظ سے سب احباب اخراجات جلسہ کے لیئے چندہ دیں۔ اور صاحب استطاعت احباب غیر مستطیع احباب کی کمی کو پورا کریں۔ اوّل تو ہر ایک احمدی کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس سالانہ اجتماع میں شامل ہونیکی کوشش کرے اور جو احباب کسی مجبوری کی وجہ سے شریک جلسہ نہ ہو سکتے ہوں وہ شامل ہونیوالے احباب کے اخراجات کے پورا کرنے میں حصّہ لیکر ہی ثواب حاصل کریں۔ بلکہ انپر اور بھی زیادہ حق ہے۔

اگر انجمنیں کوشش کریں تو تین ہزار کی رقم اخراجات جلسہ کے لیئے پوری ہونی کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ مَینے یہ دیکھا ہے کہ جہاں کسی انجمن نے اپنے مقام میں سالانہ جلسہ کی تجویز کی ہے یا کسی اور جلسہ کے لیئے تجویز کی ہے تو کئی کئی سو روپے کی رقم ادائگی اخراجات کے لیئے جمع کرلی ہے۔ پس اگر سب انجمنیں زیادہ نہیں تو اس قدر ہی سمجھ لیں کہ سلسلہ کے صدر مقام میں یہ ہم سب کا اجتماع اور پھر ایک اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ کی زیارت اور اسکی پاک صحبت سے مستفیض ہونیکے لیئے ہم سب کا اکٹھا ہونا۔ اور پھر سلسلہ کی ان ضروریات اور کاموں پر غور کرنیکے لیئے یہ جلسہ انکے اپنے اپنے مقامی جلسوں سے کم ضروری نہیں اور اس کے اخراجات کا پورا کرنا مقامی جلسوں کے اخراجات کے پورا کرنے سے اہمیت میں کم نہیں بلکہ زیادہ ہی ہے جیسا کہ فی الحقیقت ہے۔ تو ان اخراجات کیلیئے کسی تحریک کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی۔

اخراجات جلسہ کے متعلق جو چندہ احباب بھیجیں وہ کوشش کی جاوے کہ ۳۰ نومبر سے پہلے پہلے پہنچ جاوے کیونکہ ہر ایک قسم کا سامان جلسہ سے پہلے مہیا ہو جانا ضروری ہے۔ بٹالہ میں حسب معمول بار برداری کا انتظام کیا جاوے گا باقی امور جن کے متعلق اطلاع دینی ضروری ہوگی انکی اطلاع اخبارات میں یا بذریعہ چٹھیوں کے انشاء اللہ تعالیٰ دی جاوے گی۔ یہ یاد رہے کہ سب احباب کو اپنے بستر اور لحاف ساتھ لانے چاہییں کیونکہ اتنے بڑے مجمع میں اس قسم کا انتظام اس جگہ نہیں ہو سکتا۔

بورڈنگ ہوس کی تعمیر:۔ اللہ تعالیٰ کے بیحد فضلوں اور نصرتوں میں سے اس عمارت کا بن جانا بھی ہے اس وقت تین پہلو اس عمارت کے تیار ہو چکے ہیں اور چوتھا پہلو باقی ہے۔ جس کے لیئے اور اینٹ بکار ہے جو تیار ہو رہی ہے۔ جو جگہ چند دن پہلے ایک سنسان جنگل تھی وہ اب ایک عظیم الشان علمی شہر بن رہا ہے اور اس کا نہایت ہی موزون نام حضرت خلیفۃ المسیح نے دار العلوم تجویز فرمایا ہے۔ اس دار العلوم میں گذشتہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر صرف مسجد نور کی دیواریں تھوڑی تھوڑی نکلی ہوئی تھیں اس آٹھ نو ماہ کے عرصہ میں اس عظیم الشان مسجد کا ایک ہال ۶۰ فٹ لمبائی میں اور ۲۲ فٹ چوڑائی میں تیار ہو چکا ہے اور علاوہ اس کے بورڈنگ ہوس کے چھ بڑے ہال چالیس چالیس فٹ طول میں۔ چار ہال پینتیس پینتیس فٹ طول میں ایک ڈائننگ ہال ۶۵ فٹ طول میں اور ۲۰ فٹ عرض میں سب بورڈروں کی رہائش کے لیئے تیار ہو چکے ہیں البتہ ایک ونگ میں دروازوں کھڑکیوں کا کام باقی ہے۔ علاوہ اس کے غسلخانوں کے دو کمرے باورچی خانہ کے سات کمرے سپرنڈنٹوں کیلیئے چار کوارٹر یہ بھی سب قریباً تکمیل کو پہنچ چکے ہیں اور جلسہ سالانہ تک یہ سب عمارتیں تیار ہونگی۔ اتنی بڑی عمارتوں کا اس تھوڑے سے عرصہ میں تیار ہو جانا اور پھر دس بارہ ہزار روپے کے صرف سے نئی اینٹ کا اسی وقت تیار کرانا کس قدر

اخراجات کو چاہتا ہے اور پھر کس طرح ان اخراجات کے پورا ہونیکے لئے محض اللہ تعالےٰ کے فضل سے راہیں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں۔ چندہ تعمیر گو مختلف جماعتوں اور احباب کی طرف سے آرہا ہے مگر اخراجات کے لحاظ سے یہ رفتار بہت سست ہے۔ ماہ ستمبر کے دس یا دس روپے سے زیادہ کی رقوم حسب ذیل ہیں۔ یعنی جماعت بنگہ لہ عہ۔ ڈاکٹر غلام مجتبےٰ صاحب ہی لعہ۔ چودھری غلام مصطفےٰ صاحب عہ۔ ڈاکٹر یعقوب خاں صاحب مونہ یحہ عہ۔ جماعت ڈیرہ اسمٰعیلخاں صعہ۔ ماسٹر محمد دین صاحب قادیان عہ۔ جماعت امرتسر للعہ۔ چودھری عنایت اللہ خاں صاحب بدوملی صعہ۔ جماعت مردان یحہ۔ سیٹھ اسمٰعیل آدم بمبئی صہ۔ بابو غلام حسین و محمد رمضان صاحبان وزیر آباد للعہ ماہ اکتوبر کی ایسی رقوم تعمیر حسب ذیل ہیں۔ ڈاکٹر محمد حسین صاحب رسالہ ۱۵ عہ۔ جماعت سیالکوٹ ماعہ۔ سردار شیر بہادر خاں صاحب عہ۔ جماعت لاہور ما عہ۔ جماعت فیروز پور للعہ۔ جماعت وزیر آباد منجانب بابو عطاء الٰہی صعہ۔ میاں عبد اللہ درزی جھنڈو ساہی عہ۔ جماعت لائل پور صعہ۔ ناصر فنڈ یعنی ہسپتال وغیرہ معرفت جناب میر ناصر نواب صاحب۔ عما ہ۔ مگر تعمیر کا ماہوار خرچ اس وقت بحساب اوسط دو اڑھائی ہزار کے قریب پہنچا ہوا ہے۔ اور اب بھٹہ کی وجہ سے پانچ چھ ہزار ماہوار کا خرچ ہوگا۔ اس لئے جملہ احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس وقت پوری ہمت سے کام لیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کے کام ہیں جو جس کے ہاتھوں سے چاہتا ہے کراتا ہے مگر کوشش اور ہمت شرط ہے۔ مکان تو سینکڑوں نہیں ہزاروں دنیا میں بنتے ہیں اور بڑے بڑے عظیم الشان محل لاکھوں نہیں کروڑوں کی صرف سے تیار ہوتے ہیں مگر الٰہی تائید اور نصرت کا پتہ اس چھوٹے مگر عظیم الشان فقرہ سے لگتا ہے جو آج سے چالیس سال پہلے ایک برگزیدہ کی زبان پر جاری ہوا کہ وسع مکانک اور یأتون من کل فج عمیق۔ یعنی لوگ دور دور سے

چلکر تیرے پاس آنیوالے ہیں تو اپنے مکانوں کو فراخ کر۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کمال علم اور کمال قدرت کا کیسا عجیب پتہ اس چھوٹے سے فقرہ سے لگتا ہے۔ ایک اکیلا انسان دنیا سے بے تعلق۔ اس کو کہا جاتا ہے کہ تو ہمارے کمال علم اور کمال قدرت کا یہ نشان لوگوں کو بتا دے کہ تجھے اس گمنامی سے نکال کر دنیا کے ہر حصہ میں شہرت دیجاوے گی اور دُور دراز ملکوں کے لوگ تیرے پاس چلکر آویں گے۔ اور اس گاؤں میں جہاں کچے کوٹھوں کو بھی کوئی پوچھتا نہیں بڑی بڑی عظیم الشان عمارتیں بنائی جاوینگی غیب کا یہ علم کیا کسی ضعیف انسان کی قدرت میں ہے؟ اور ابھی یہ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں یہ تو محض ابتدا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کو ہی علم ہے کہ پیچھے آنیوالی نسلیں اس جگہ ان نشانات الٰہی کا کیسا کیسا ظہور دیکھیں گی۔ ہاں بے شک یہ قادر عالم الغیب کا کلام ہی ہوسکتا تھا کہ چالیس سال پہلے ان واقعات کا علم ایک شخص کو دے اور پھر ساری دنیا کی متفقہ کوششوں کے خلاف اسے کامیاب کرے اور بڑی بڑی مشکلات میں سے گذار کر آخر اپنے کلام کی صداقت کو ظاہر کرے بے شک جب اس گمنام گاؤں میں ایک شخص ان عظیم الشان عمارتوں کو دُور دُور کھیتوں میں پھیلے ہوئے دیکھتا ہے اور پھر اس کلام کو جو آج سے چالیس سال پہلے دنیا میں مشتہر ہوچکا ہے دیکھتا ہے تو اسکی روح اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور کمال علم کے سامنے سجدہ میں گر جاتی ہے یہ وہ نشان ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی ہستی اس مادیت اور دہریت کے زمانہ میں آفتاب نصف النہار کی طرح نظر آجاتی ہے۔ سو دوستو! کوشش کرو کہ تم ان نشانات الٰہی کے پورا کرنے میں معاون بنکر سچے معنوں میں انصار اللہ میں داخل ہو جاؤ۔

عید فنڈ :- عید اضحی دوسرے رسالہ کے نکلنے اور احباب کے جلسہ میں جمع ہونیسے پہلے ہوچکی ہوگی۔ پس نہایت مختصر الفاظ میں میری یہ درخواست سب احباب اور انجمنوں کے کارکن عہدہ داران کی خدمت میں ہے کہ عید فنڈ کا ایک ایک روپیہ حسب معمول جمع کرکے ممنون فرماویں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی عرض ہے کہ مسکین فنڈ کی آمد کا بڑا حصہ عید اضحی کے موقعہ پر ہی ہوتا ہے۔ اگر سب احباب قربانی کی کھالوں کی قیمت اس فنڈ میں دیدیں تو ایک معقول رقم

مسکین طلباء کے اخراجات کے لیئے جمع ہو سکتی ہے۔ اِن دونوں امور کی طرف خاص توجہ کی جاوے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے۔ وہ وقت آویگا کہ اس کی فیسوں اور امدادی روپے سے ملکر کُل اخراجات مدرسہ وسیع پیمانہ پر پورے ہو جاویں مگر ابھی یہ ضرورت ہے کہ مدرسہ کی اعانت کا بھی خاص خیال رکھا جاوے اور اس لیئے عید فنڈ کی تحریک جو مدرسہ کی اعانت کے لیئے ہوئی تھی اس کی طرف جملہ احباب کی پوری توجہ اور اعانت بکار ہے۔

تبلیغ:۔ سلسلۂ تبلیغ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے اس سال بہت سا کام ہو رہا ہے۔ شیخ غلام احمدؐ صاحب ضلع ہوشیارپور اور جالندھر سے ہوکر اب منٹگمری گئے ہیں۔ شیخ صاحب وعظ کے ساتھ سلسلہ کی ضروریات کی طرف بھی احباب کو توجہ دلاتے رہتے ہیں اور یہ بہت ضروری ہے۔ کیونکہ کسی کام میں شمولیت تب ہی سمجھی جا سکتی ہے جب انسان اپنے مال کو اس راہ میں صرف کرنے سے دریغ نہ کرے علاوہ ازیں چند اسلامی جلسوں میں ہمارے احباب بھی حضرت خلیفۃ المسیحؑ کے ارشاد سے شامل ہوئے منجملہ انکے کانپور کے جلسۂ تقسیم انعامات مدرسہ الٰہیات اور اٹاوہ کی انجمن اسلامیہ کے جلسہ میں۔ کانپور اور اٹاوہ ہیں دونوں جگہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب کے نہایت مؤثر لیکچر ہوئے ایسا ہی اٹاوہ میں جناب مولوی صدرالدین صاحب کے لیکچر اُردو اور انگریزی میں اور مفتی محمد صادق صاحب و مولوی سرور شاہ صاحب کے لیکچر بھی ہوئے قنوج کے اسلامی جلسہ میں ماسٹر محمد یوسف صاحب اور ماسٹر عبدالرحیم صاحب شریک ہوئے اور اب انجمن احمدیہ مونگیر کے سالانہ جلسہ میں مفتی محمد صادق صاحب مولوی سرور شاہ صاحب اور میر قاسم علی صاحب تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو بہتوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا دے اور انکے کلام کو مؤثر بنا دے۔ مذاہب کے جلسہ میں جو جنوری میں الہ آباد میں ہوگا بانیان جلسہ نے ہماری طرف سے ایک مضمون کا پڑھا جانا منظور کیا ہے۔

فرقہ احمدیہ:۔ مردم شماری کا کام اکثر جگہ شروع ہو چکا ہے۔ گذشتہ مردم شماری کے موقعہ پر چونکہ ہمارے اس سلسلہ کا نام دیر سے تجویز ہوا تھا اس لیئے بہت سے

احباب ناواقفیت کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ احمدیہ فرقہ کا نام نہ لکھوا سکے ایسا ہی بہت جگہ سے یہ شکایتیں پہنچی تھیں کہ شمار کنندگان نے فرقہ احمدیہ کے اشخاص کو اس نام کے نیچے لکھنے سے انکار کیا۔ امید ہے اس دفعہ یہ دقتیں پیش نہ آئیں گے۔ نام سے تو اب سب احباب واقف ہیں ہاں خود احتیاط سے لکھوا دینا یہ ضروری ہو گا۔ اس بارے میں بے توجہی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صحیح تعداد احمدیوں کی معلوم نہیں ہو سکتی۔ اور اگر شمار کنندگان فرقہ کا خانہ مردم شماری کے نقشہ میں ہوتے ہوئے احمدیہ فرقہ کا اندراج کرنے سے انکار کریں تو ایسی صورت میں اطلاع دیجائے۔

لنگرخانہ :- گو اس رپورٹ میں دوسری جگہ یہ اطلاع دی گئی ہے کہ لنگرخانہ مقروض ہو رہا ہے اور احباب کو اس سے پہلے بھی خاص طور پر توجہ دلائی گئی تھی۔ مگر ماہ ستمبر کا گوشوارہ جو دوسری جگہ اس رسالہ میں درج ہے اسکے ملاحظہ سے معلوم ہو گا کہ لنگرخانہ اس وقت قریب ڈیڑھ ہزار روپے کا مقروض ہے۔ اخراجات جلسہ سالانہ کے تین ہزار روپے کو ملا کر اب ساڑھے چار ہزار روپے کا فکر ضروری ہے۔ چٹھی جو انجمنوں کو لکھی گئی تھی وہ صرف تین ہزار روپیہ کے پورا کرنے کے لئے لکھی گئی تھی اس لئے جملہ انجمنیں پہلی رقم کو جس کا مطالبہ چٹھی میں کیا گیا تھا ڈیوڑھا کر کے پورا کرنیکی کوشش کریں اور دوسرے احباب بھی توجہ فرماویں۔

کرایہ ریلوے میں رعایت :- میں بڑی خوشی سے اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ اس رپورٹ کے لکھنے کے بعد مینجر نارتھ ویسٹرن ریلوے کی طرف سے یہ اطلاع پہنچ گئی ہے کہ ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر کے جلسہ سالانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں شمولیت کی غرض سے جو احباب تشریف لاویں ان کے لئے تیسرے درجہ کے کرایہ ریل میں یہ تخفیف ہو گی کہ آمد و رفت کا سفر ایک طرف کے کرایہ سے ڈیوڑھا کرایہ دیکر کر سکیں۔ بشرطیکہ سو میل سے زیادہ سفر ایک طرف کا ہو۔ یہ رعایت بعینہٖ ویسی ہے جیسی گذشتہ مارچ کے جلسہ میں ملی تھی۔ پس احباب اُن ہدایات کو دیکھ لیں جو گذشتہ جلسہ کے موقعہ پر لکھی گئی تھیں۔ سرٹیفکٹ عنقریب چھپ جائیں گے۔ انجمنیں بہت جلد

اطلاع دیں کہ کتنے کتنے احباب ان میں سے آنیوالے ہیں۔ تاکہ اسی کے مطابق انتظام بھی کیا جاوے اور سرٹیفکیٹ بھی اس تعداد میں بھیجے جاویں۔ یہ ضروری ہے کہ جو تعداد لکھی جاوے وہ قریب قریب درست ہو۔ تاکہ مہمانوں کی تعداد کا درست اندازہ ہو کر سب انتظام درست ہو سکے۔

محمد علی
سکرٹری صدر انجمن احمدیہ

نوٹ اور رائیں

افریقہ میں اسلام:۔ شہر نیویارک کا اخبار ٹروتھ سیکر لکھتا ہے کہ افریقہ میں اسلام کا پھیلنا ایک ایسا امر ہے جس کی وجہ سے لنڈن اور جرمنی کی مسیحی کلیسیا کو بہت اضطراب ہو رہا ہے۔ تھوڑے دن ہی گذرے ہیں کہ کینٹر بری کے آرچ بشپ نے اس کا ذکر کیا اور ساتھ ہی برلن (جرمنی) کے ایک نامہ نگار نے لکھا کہ "اس امر کا ذکر کثرت سے اس ملک کے اخبارات میں اور ریک سٹیگ (ملک جرمنی کی پالیمنٹ) میں کیا گیا ہے کہ افریقہ کی بستیوں میں دیسی باشندے مسیحی مذہب کی نسبت اسلام کو زیادہ کثرت سے قبول کر رہے ہیں۔ برلن کی مشنری سوسائٹی نے سنہ ۱۹۰۹ء کی سالانہ رپورٹ میں اس امر کا اقرار کیا ہے کہ اگر مسیحی مشن اسلام کے اثر کو روکنے کے لئے سخت کوشش نہیں کریں گے تو ایسٹ افریقہ کے اس علاقہ میں جو ملک جرمنی کے ماتحت ہے دیسی باشندے آئندہ ۵۰ یا ۶۰ سال کے عرصہ میں یقیناً سب کے سب مسلمان ہو جائیں گے۔ ایک دفعہ ان لوگوں کو مسیحیوں نے اپنے مذہب میں داخل بھی کر لیا تھا مگر وہ مسیحی مذہب پر قائم نہ رہے۔

ڈاکٹر اینو لٹمین جو سٹراس برگ کی یونیورسٹی میں السنہ مشرقیہ کا پروفیسر ہے شمالی ابی سی نیا میں گذشتہ سو سال میں اسلام کی اشاعت کی طرف

توجہ دلاتا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ قبیلے کے قبیلے جو پہلے مسیحی مذہب رکھتے تھے اور جن کے نام اب بھی مسیحی ہیں اب مسلمان ہوگئے ہیں۔ وہ بالخصوص دو مینسا قبیلوں کا ذکر کرتا ہے جن کی نسبت ۵۰ سال ہوئے کہ سیاحوں نے لکھا تھا کہ وہ مسیحی مذہب کے پیرو ہیں۔ جب پروفیسر مذکور ۱۹۰۵ء میں ملک ابی سی نیا میں گیا تو اسکو اُن کی نسبت مندرجہ ذیل اطلاع ملی۔ "ان کا مذہب پہلے مسیحی تھا۔ اور ہر ایک شاخ کے اپنے اپنے گرجے اور علمار ہتے تھے۔ مگر اس کے بعد ایک زمانہ آیا کہ اُن کے علما پڑھنا بھی نہیں جانتے تھے۔ پھر ان میں مسلمان آئے اور انہوں نے اُن کو مسلمان بنالیا۔ اب اُن میں بہت قلیل لوگ ایسے ہیں جو مسیحی مذہب کے پیرو ہوں۔" مسیحی کلیسیا کی کمزور رفتار کو دیکھکر آرچ بشپ آف کینٹربری نے مندرجہ ذیل مایوسی کے الفاظ اپنے مُنہ سے نکالے۔ "مسیحی مذہب کی ۱۹ سو سال کی کارروائی کے بعد اب بھی ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا زیادہ تر غیر مسیحی مذاہب کی پیرو ہے۔"

"احمدی"

شروع جنوری ۱۹۱۱ء سے انشاء اللہ ایک ماہوار رسالہ مندرجہ عنوان نام کا ۱۸×۲۲ کی تقطیع پر ۳۲ صفحہ کا علاوہ ٹائٹل کے زیر ایڈیٹری عاجز قاسم علی احمدی دفتر الحق دہلی سے شائع ہوگا۔ اس رسالہ کی غرض صرف احمدیہ مشن کا ڈیفنس اور مخالفین حضرت مسیح موعود مرحوم و مغفور علیہ السلام کے اعتراضات سابق و جدید کا مکمل و مفصل جواب دینا ہے۔ اور سب سے اوّل مولوی ثناء اللہ امرتسری کے اخبار اہلحدیث و مرقع قادیانی و الہامات مرزا وغیرہ پر نظر غائر کی جاویگی۔ حسب موقع دیگر مخالفین سلسلہ۔ سیالکوٹی چکڑالوی لاہوری۔ بٹالوی۔ شیعہ۔ گولڑوی۔ شاہجہانپوری۔ بھوپالی۔ سیہسوانی۔ دہلوی۔ میرٹھی بریلوی وغیرہ کے بے بنیاد اعتراضوں کی بھی وقتاً فوقتاً خبر لیجائیگی۔ قیمت بغرض خریداری عام صرف ۱۲؍ سالانہ مع محصولڈاک ہے۔ احمدی برادران بہت جلد پانسو درخواستیں پوری کرویں تاکہ رسالہ موصوف جلد شائع ہوجاوے۔

المشتہر

عاجز قاسم علی احمدی ایڈیٹر اخبار الحق دہلی تراہا بہرام خاں